

# تاریخ الامم

(علامہ اسلم حیراج پوری)

حصہ سوم - خلافت بنی امیہ

ادارہ طلوع اسلام - کراچی



# تاریخ الامت

جلد سوم

خلافت بنی امیہ



علامہ اہم جبراج پوری

شائع و کسودہ

ادارہ طلوع اسلام کراچی

جاد پورس میٹروڈ روڈ کراچی

# تاریخ الامت

135485

(جلد سوم)

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۳۹	انتظام ممالک	۷	خلافت بنی امیہ
۴۰	بیت معاویہ و وفات	۸	امیر معاویہ
۴۲	یزید اول	۱۳	فرقہ کے امت
۴۲	حادثہ کربلا	۱۶	زیاد
۵۲	واقعہ حسره	۲۷	مغیرہ بن شعبہ
۵۸	محاصرہ مکہ	-	عبید اللہ بن زیاد
۵۹	فتوحات	۲۵	فتوحات
-	اندرج و اولاد	۲۹	یزید کے لئے بیعت
۶۱	معاویہ ثانی	۳۷	خلافت و سلطنت

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۰۳	یقتبہ بن مسلم	۶۵	اہل شام و مروان
۱۰۶	موسیٰ بن نصیر	۶۶	عبد الملک بن مروان
۱۰۸	مسلم بن عبد الملک	۶۷	توابعین
..	وفات حجاج	۶۸	مختار
..	وفات ولید	۷۱	محاصرہ مکہ
۱۰۹	سلیمان بن عبد الملک	۷۳	ابن زبیر و حجاج
۱۱۱	فتوحات	۷۸	فتنہ ابن اشعث
..	ولایت عہد و وفات	۸۱	خوارج
۱۱۲	عمر بن عبد العزیز	۹۲	فتوحات
۱۱۶	اصطلاحات	۹۴	بنارکب
۱۱۸	فتوحات و خوارج	۹۵	حج و ولایت عہد
۱۲۴	اہل و عیال۔ وفات و ترکہ	۹۶	وفات
۱۲۵	سیرت عمر بن عبد العزیز	..	صفات
۱۲۸	یزید ثانی	۹۸	ولید اول
..	فتنہ ابن ہلب	۱۰۱	فتوحات
۱۲۹	فتوحات	-	محمد بن قاسم

صفحہ	عنوان
	ولایت ہمد و دقات
۱۳۰	ہشام بن عبد الملک
۱۳۶	امام زید
۱۴۲	ولایت ہمد و دقات
-	ولید ثانی
۱۴۴	یزید ثالث
۱۴۶	ولایت ہمد و دقات
۱۴۶	مروان ثانی
۱۴۸	خالد ج
۱۵۰	خانہ
۱۵۲	اسباب زوال
۱۵۹	عہد بنی امیہ میں مذہبیت اسلام
۱۶۰	خلافت
۱۶۲	انتخاب خلیفہ
-	فوج
۱۶۵	امراء بنی امیہ

صفحه	عنوان
۱۶۶	انتظام ممالک
۱۶۸	دیوان حکومت
۱۶۰	حکومت قضا و اشاعت اسلام
۱۶۱	اسن ورفا هیت خلق
۱۶۳	علوم
۱۶۴	تعلیم و رفاه عام
۱۶۵	سکه

\*\*\*

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تاریخ الامت کے دو حصے اس سے پہلے شائع کئے  
 جا چکے ہیں۔ اب اس کا تیسرا حصہ پیش خدمت ہے۔ پہلا  
 حصہ حضور رسالت مآب کی سیرت طیبہ پر مشتمل تھا۔ اور  
 دوسرا خلافت راشدہ کے تذکارِ جلید پر۔ تیسرا حصہ خلافت  
 بنی امیہ سے متعلق ہے۔ اس کے بعد اس کے بقایا حصے  
 رفتہ رفتہ سامنے آتے جائیں گے۔ بیداء التوفیق۔

نظم ادارہ طلوع اسلام

کراچی



# تاریخ الامت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(حصہ سوم)

## خلافت نبی امیہ

امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف زمانہ جاہلیت میں سادات قریش میں ممتاز اور بلحاظ شرف اور رتبہ کے اپنے چچا ہاشم بن عبد مناف کے مقابل تھے ان کا تجارتی کاروبار بھی بہت زیادہ تھا اور دولت و ثروت میں قبائل قریش میں کوئی ان کا ہمسرہ نہ تھا۔ بھائی بندوں اور اولاد کی کثرت کی وجہ سے ان کی شوکت اور قوت بھی زیادہ تھی۔ امیہ کے دس بیٹے تھے حرب۔ ابو حرب۔ سفیان۔ ابوسفیان۔ عمرو۔ ابو عمرو۔ عاص۔ ابو العاص۔ عیص۔ ابو العیص۔

یہ سب کے سب غطا قریش تھے۔ چنانچہ جنگ فجار میں حرب بن امیہ

تمام قبائل قریش کے سپہ سالار تھے اور جب انہوں نے دیکھا کہ یہ منحوس لڑائی  
 بڑھتی جاتی ہے تو جس قدر خون ہوئے تھے سب کی دیت اپنے ذمہ لیکر باہم صلح  
 کرادی اور اپنے بیٹے ابوسفیان کو مال کی ادائیگی تک رہن رکھ دیا اس سان کا  
 نام ملک میں مشہور ہو گیا۔

حرب بن امیہ اور عبدالمطلب بن ہاشم ہمدونشین تھے امدان میں  
 باہم بہت الفت تھی۔ یہی الفت ان کے بعد ابوسفیان بن حرب اور عباس  
 بن عبدالمطلب میں رہی۔

بنی امیہ اور بنی ہاشم میں جیسا کہ بعض ناواقفوں کا گمان ہے کسی قسم  
 کی عداوت اور دشمنی نہ تھی البتہ کبھی کبھی خاندانی معاملات میں حریفانہ رشک واقع  
 ہو جاتا تھا۔ جیسا کہ اکثر بڑے گھرانے کی شاخوں میں ہوا کرتا ہے قریش میں عبدمناف  
 کے یہ دونوں خانوادے اسباب شرف کے لحاظ سے ممتاز تھے۔

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو جس طرح بنی ہاشم کے بعض  
 لوگ اسلام لئے اسی طرح بنی عبدشمس کے بھی بعض لوگوں نے۔۔۔ اس کو قبول  
 کر لیا۔ لیکن آنحضرت کی حمایت خاندانی عصبیت کی وجہ سے بنی ہاشم کے کی اور  
 یہ شرف انھیں کو حاصل ہوا۔

جب مشرکین مکہ نے دارالندوہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا مشورہ  
 کیا تو اس میں تمام قبائل قریش شریک تھے لیکن بنی ہاشم میں سے ابولہب کے سوا کسی نے ہتھیار

ہجرت کے بعد جنگ بدر میں مشرکین قریش کا سردار عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس  
 تھا اور جب اس لڑائی میں اکثر دسار مکہ مقتول ہو گئے تو قریش کے رئیس اعظم ابو سفیان  
 بن حرب قرار پائے جنگ حدود احزاب میں وہی مشرکین کے سپہ سالار تھے۔

۸ھ میں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ فتح کر نیچے لے کر لے گئے تو ابو سفیان

کو حضرت عباس اپنے ساتھ بارگاہ نبوی میں لائے اس وقت انھوں نے اسلام

قبول کیا اور چونکہ وہ فخر پسند آدمی تھے اس لئے حضرت عباس کی استدعا پر

آنحضرت نے یہ اعلان کیا کہ جو شخص مسجد حرم یا ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو جائے

اس کو امان ہے یعنی آپ نے انرا ذمہ لیا ہے اور ابو سفیان کے گھر کو

بلحاظ امان کے برابر قرار دیا۔ یہ شرف ان کی بڑی عزت کا باعث ہوا۔

زیادہ تر نبی امیہ و نیز عام اہل قریش فتح مکہ کے دن اسلام میں داخل ہوئے

آنحضرت ان کے اسلام لانے سے بہت خوش ہوئے۔ اور ہمیشہ خندہ پیشانی کے

ساتھ ان سے ملتے رہے مکہ کا دالی بھی بنی عبد شمس کے ایک لڑکھو ان عتاب

بن اسید کو مقرر فرمایا۔

حضرت ابو بکر کے زمانہ میں جب زیادہ تر اہل عرب مرتد ہو گئے تو یہی

سرداران قریش اپنی تاخیر اسلام کی تلافی کے لئے مستعد ہوئے اور نہایت

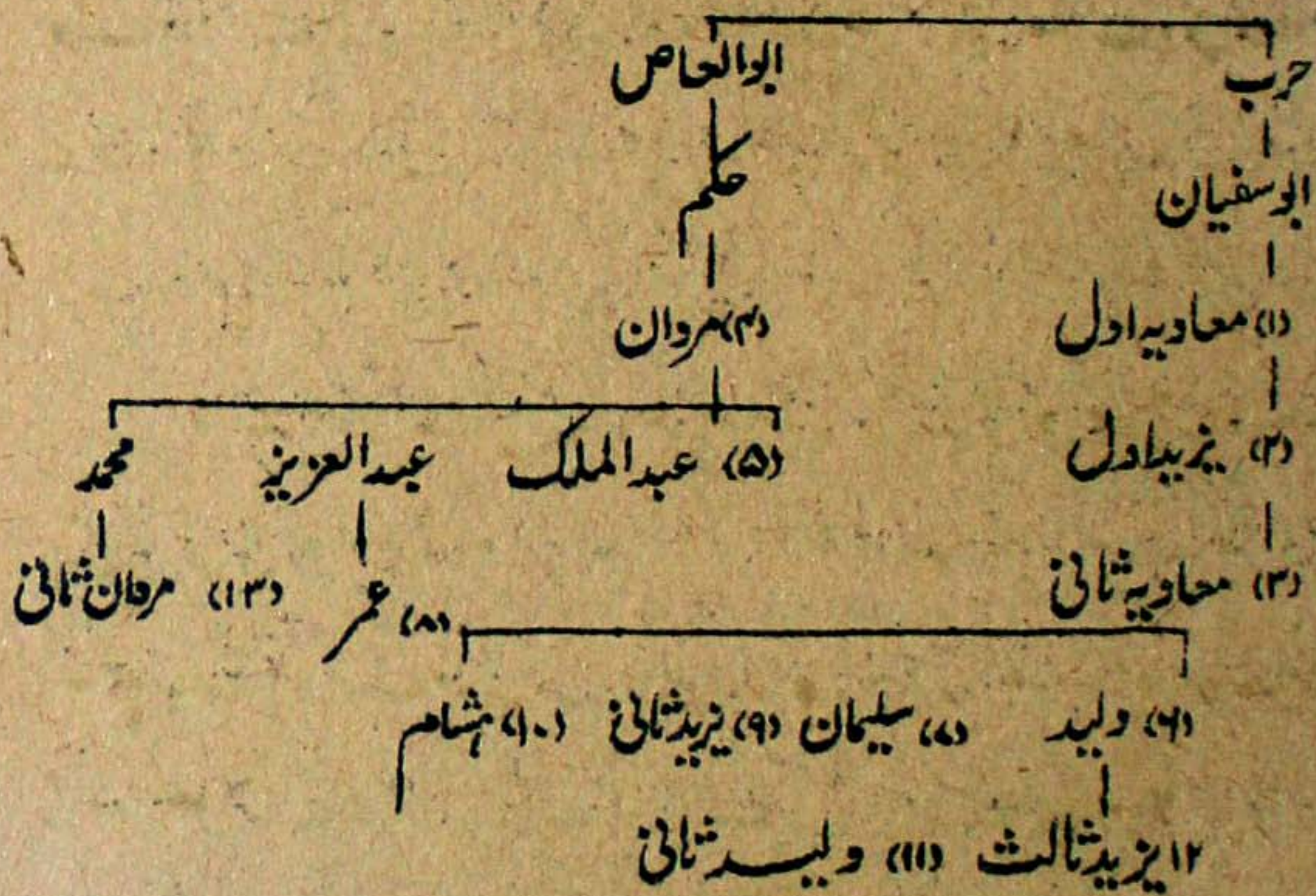
جان بازی اور سرفروشی کے ساتھ انھوں نے نئے سرے سے تمام ملک عرب میں

اسلام کو قایم کیا۔ شام کی لڑائیوں میں بھی بڑے شوق سے جا کر شریک ہوئے

اور وہ عظیم الشان کام انجام دینے جن سے ان کے اس گناہ کا کفارہ ہو جاتا  
 ہے جس کے شروع شروع میں یہ اسلام کی اشاعت میں رکاوٹ ڈال کر تکب ہوئے تھے۔  
 بنی امیہ میں سے جن لوگوں نے فتوحات شام میں نمایاں حصہ لیا ان  
 میں خود حضرت ابو سفیان ہیں جو وہاں کے اکثر معرکوں میں شریک رہے نیز ان کے  
 بیٹے یزید بن ابی سفیان ہیں جن کو حضرت ابو بکر نے ان چاروں لشکروں میں سے  
 جو شام میں بھیجے گئے تھے ایک لشکر کا امیر مقرر فرمایا تھا۔ پھر دمشق کی فتح ہونے پر  
 ان کو وہاں کا والی کر دیا۔ حضرت عمر کے زمانہ میں بھی یہ اپنے عہدہ پر قائم رہے  
 ان کے بھائی معاویہ بن ابی سفیان بھی شام کے ایک ضلع کے عامل مقرر کئے گئے  
 یزید نہایت متقی، نیک نہاد، شجاع اور بیدار مغز رہے تھے۔ طاعون  
 عمواس میں جب وہ انتقال کر گئے تو حضرت عمر نے دمشق کو بھی امیر معاویہ کے  
 رقبہ حکومت میں شامل کر دیا۔ امیر معاویہ میں سیاست، حسن تدبیر، امانت داری اور حلم  
 ایسی صفیتیں تھیں کہ حضرت عمر ہمیشہ ان سے خوش اور ان کے مددگار رہے حضرت  
 عثمان کے عہد میں ان کی ولایت میں پورا ملک شام آگیا۔ اس صوبہ کے تمام عمال  
 کو خود ہی مقرر کرتے تھے۔ قریش اور بنی عبد شمس کے بہت سے سرداران کے  
 پاس پہنچ گئے انہوں نے ان کو فوجی خدمات پر لگایا اور ان کی مدد سے فوج کو  
 مطیع اور کار گزار اور رعایا کو دلفلاں فرمایا۔ ہر دار بنالیا۔ رومیوں کو مستعد  
 شکستیں دیں اور جزیرہ قبرص کو فتح کیا۔

الغرض بنی امیہ جس طرح زمانہ جاہلیت میں محترم اور ممتاز تھے اسلام میں بھی انہوں نے اپنے کارہائے نمایاں سے دہی سیادت اور عظمت حاصل کر لی۔  
بنی امیہ کی دو شاخیں ہیں جن کو شہرت اور خلافت نصیب ہوئی ایک  
حرب کی دوسری ابو العاص کی۔ حرب کی اولاد میں سے تین اور ابو العاص  
کی اولاد میں سے دس خلیفہ ہوئے۔

شجرہ یہ ہے



## امیر معاویہ بن ابی سفیان

خلافت بنی امیہ کے بانی امیر معاویہ ہجرت سے ۵۱ سال قبل مکہ میں پیدا ہوئے تھے ان کا سلسلہ نسب یہ ہے:-

معاد یہ بن ابی سفیان ضحری بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔  
 فتح مکہ کے دن جب کہ ان کا سن ۲۳ سال کا تھا اہل قریش کے ساتھ اسلام  
 لائے اس کے بعد آنحضرت کے ساتھ مدینہ آئے اور کاتبان وحی میں شامل کئے  
 گئے۔ حضرت ابو بکر نے اپنے عہد خلافت میں ان کو ایک فوج دیکر یزید بن ابی سفیان  
 کی امداد کے لئے شام کی طرف بھیجا۔ صیدا۔ عرقہ۔ جبیل۔ بیروت وغیرہ کی فتوحات  
 میں مقدمہ لشکر اہلیس کی ماتحتی میں تھا۔ حضرت عمر کے زمانہ میں ادن کے حاکم مقرر  
 ہوئے اور جب ان کے بھائی یزید نے طاعونِ عمواس میں وفات پائی تو ادن  
 کے ساتھ دمشق کی ولایت بھی ان کو ملی۔ حضرت عثمان کے عہد میں ملک شام کے  
 والی عام ہو گئے اور بری اور بحری فوجیں تیار کر کے اس کو اسلام کا قومی ترین صوبہ بنا دیا۔  
 حضرت عثمان کے قتل کے بعد مدینہ میں حضرت علی کی خلافت کی ہجرت  
 ہوئی تو ان کی معزولی کا فرمان صادر ہوا۔ انھوں نے یہ الزام رکھا کہ علی خلیفہ  
 مظلوم کے قاتلوں کے حامی ہیں ان کی خلافت کو نہیں تسلیم کیا۔ اور حضرت عثمان  
 کے قصاص کے مطالبہ کے لئے تیار ہوئے اہل شام نے بھی ان کا ساتھ دیا۔  
 بالآخر فریقین میں میدانِ صفین میں جنگ ہوئی اور نتیجہ یہ ہوا کہ بہت کشت و خون  
 کے بعد دونوں نے ایک ایک پر غم مقرر کیا کہ وہ از روئے قرآن ... باہمی نزاع  
 کا فیصلہ کر دیں۔ بچوں نے اپنے فیصلہ میں حضرت علی اور معاد یہ دونوں کو  
 خلافت سے معزول کیا۔ اور امت کو یہ اختیار دیا کہ وہ خود مشورہ کر کے جس کو

مناسب سمجھے خلیفہ منتخب کر کے۔ اہل شام نے امیر معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ یہ شام کے خلیفہ ہو گئے اور حضرت علی عراق کے امام رہے۔ حضرت علی کی زندگی تک یہ باہمی اختلاف قائم رہا۔ جب وہ قتل ہو گئے تو امام حسن نے یہ دیکھ کر امت کی مصلحت کا لحاظ کر کے مزید خونریزی اور جنگ کو پسند نہ کیا اور ان کے ساتھ مصالحت کر لی۔ ۲۵ ربیع الاول ۳۵ھ کو ان کے ہاتھ پر بیعت عام ہوئی اس وقت سے یہ کل عالم اسلامی کے خلیفہ ہو گئے۔

ان کا انتخاب عام نہیں ہوا تھا۔ بلکہ اہل شام نے خود اپنی خوشی سے ان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ اور اہل عراق نے مغلوب ہو کر ان کی خلافت کو تسلیم کیا۔ لیکن آخر میں یہ مغلوبیت رونا مندی سے بدل گئی اس طرح فرقہ خوارج کے سوا تمام امت کے نزدیک ان کی خلافت مسلم ہو گئی۔

امیر معاویہ کے ہاتھ میں جس وقت امام خلافت آئی اس

### فرقہائے امت

وقت امت کے تین سیاسی فرقے تھے۔

(۱) شیعہ بنی اُمیہ۔ اس میں اہل شام اور دیگر دیار و امصار کے لوگ بھی شامل تھے۔

(۲) شیعہ علی۔ اس میں زیادہ تر اہل عراق اور کچھ لوگ مصر کے تھے ان کا عقیدہ

یہ تھا کہ امامت کا حق صرف حضرت علی کو اور ان کے بعد ان کی اولاد کو حاصل ہے۔

(۳) خوارج یہ سابقہ دونوں جماعتوں کو دین سے خارج اور ان کے خون کو حلال

سمجھتے تھے اور اپنے عقیدہ میں نہایت سختی اور خونریزی اور جنگ میں بہت بیباک تھے۔

امیر معاویہ کو بھی حضرت علی کی طرح خوارج کے معاملہ میں بڑی دشواری  
 پیش آئی۔ کیونکہ اس جماعت کو اپنے عقیدہ میں سخت غلو تھا اور اس پر ہر وقت جان  
 دینے کو تیار رہتی تھی۔ جب کوفہ میں امیر معاویہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئی تو فردہ بن  
 نوفل اشجعی پانچ سو خارجیوں کو لیکر علانیہ مخالفت کے لئے نکلا۔ اور مقلم نخیلہ  
 میں ٹھہرا اس کے مقابلہ کے لئے شامی فوج کا ایک دستہ آیا لیکن شکست  
 کھا گیا۔ امیر معاویہ نے اہل کوفہ سے کہا کہ یہ لوگ تمہارے ہی قبیلہ کے ہیں جا کر ان  
 کو سمجھاؤ اور واپس لاؤ۔ کوفہ کے لوگ گئے۔ ہر چند ان کو واپس لانے کی کوشش کی  
 لیکن کچھ بھی کارگیری نہ ہوئی۔ خوارج نے کہا کہ معاویہ ہمارے اور تمہارے دونوں کے  
 دشمن ہیں ہم کو ان کے ساتھ لڑنے دو۔ اگر ہم نے فتح کر لیا تو ایک منتفقہ دشمن تباہ  
 ہوا۔ نہیں تو ہم خود فنا ہو جائیں گے۔

قبیلہ اشجعی نے فردہ کو زبردستی سے پکڑ کر باندھ لیا اور اپنے ساتھ کوفہ میں  
 لائے۔ خوارج نے اس کے بجائے عبداللہ بن ابی الحوثرہ کو اپنا سردار بنا لیا اور  
 ان کے ساتھ لڑائی کی عبداللہ مارا گیا اس کے بجائے حوثرہ اسدی خارجیوں  
 کا رئیس ہوا۔ اس کے ساتھ کل ۱۵۰ آدمی تھے۔

امیر معاویہ نے ابو حوثرہ کو بھیجا کہ تم جا کر اپنے بیٹے کو سمجھا دو کہ وہ گئے  
 لیکن ان کی فہمائش کا حوثرہ پر کچھ اثر نہ ہوا۔ آخر میں انہوں نے کہا کہ اب میں تیرے  
 بچہ کو لاتا ہوں جب تو اسے دیکھے گا تو اس کی محبت کی وجہ سے اس بغاوت سے



باز آجائے گا۔ حوثرہ نے کہا کہ میں اپنے بچے کی بہ نسبت راہِ حق میں اس نیزہ کی اتنی  
 کارِ زیادہ شائق ہوں جو میرے جگر سے پار ہو جائے اور جس کے زخم سے تڑپ تڑپ  
 کر جان دیدوں۔

ابو حوثرہ نے یہ تمام کیفیت آکر امیر معاویہ کو سنائی انہوں نے کہا کہ اس کا  
 سودا بہت بڑھ گیا ہے اس کے بعد کوفہ سے ایک فوج ان کے مقابلہ کے لئے بھیجی  
 حوثرہ نے ان سے کہا کہ ظالمو! کل تک تم معاویہ کو باغی سمجھ کر ان کے خلاف جنگ  
 کرنے کے لئے تیار تھے اور آج ان کی خلافت کو قائم کرنے کے لئے تلوار اٹھائی  
 اللہ تم سے سمجھے۔

حوثرہ کے مقابلہ میں خود ان کے باپ گئے اس نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ آپ  
 کسی اور سے مقابلہ کیجئے۔ یہ کہہ کر وہ دوسرے کوفیوں پر حملہ آور ہوا۔ بنی طے کے  
 ایک شخص نے اس کو قتل کر ڈالا لیکن جب دیکھا کہ اس کی پیشانی پر سجدہ کا گہرا داغ  
 ہے تو بہت پھپھٹایا اور افسوس کیا۔

خوارزم کی جماعتیں اسی طرح سلسلہ وار لکھنے لگیں۔ یہاں تک کہ تمام عراق  
 پر ان کا خوف چھا گیا۔ امیر معاویہ نے یہ مناسب سمجھا کہ اس صوبہ میں کارِ آزمودہ  
 مدبروں کو والی مقرر کریں جو حسن سیاست سے اس قسم کی شورشوں کا  
 انسداد کر سکیں چنانچہ انہوں نے میغرہ بن شعبہ اور زیاد بن سمیہ دو شخصوں کو  
 منتخب کیا۔

زیاد شیعہ علی ہیں سے تھے اودان کی طرف سے فارس کے والی تھے۔  
**زیاد** امیر معاویہ نے ان کے سلیقہ حکومت کو دیکھ کر مغیرہ کو ان کے پاس  
 امان نامہ دیکر بھیجا جب وہ آئے تو ان سے فارس کا حساب طلب کیا جو کچھ حساب  
 انہوں نے پیش کیا اس کی تصدیق کر دی۔

۳۲ھ میں امیر معاویہ نے زیاد کو اپنے خاندان میں شامل کیا کیونکہ بعض  
 لوگوں نے یہ بیان کیا کہ زیاد کی والدہ سمیت کے ساتھ ابو سفیان نے زمانہ جاہلیت  
 میں نکاح کیا تھا اور یہ بھنیں کے بیٹے ہیں اس وقت سے یہ زیاد بن ابی سفیان کے  
 جانے لگے لیکن اکثر لوگ اس نسبت کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔

زیاد نے ایک بار ام المومنین حضرت عائشہ کو کوئی خط بھیجا اس میں لکھا  
 کہ از جانب زیاد بن ابی سفیان۔ مقصد یہ تھا کہ وہ بھی اس کنیت سے مخاطب  
 کریں تو یہ مسلم ہو جائے لیکن انہوں نے جواب میں پچھلے زیاد بن ابی سفیان کے  
 لکھا کہ میرے بیٹے زیاد!

۳۵ھ میں امیر معاویہ نے زیاد کو بصرہ کا والی کیا۔ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ  
 اہل بصرہ بالعموم شریر اور فاسق ہیں اور ان کے اوپر سختی کرنے کی ضرورت ہے۔  
 اس لئے جامع مسجد میں ایک زبردست تقریر کی جو خطبہ تبراہ کے نام سے مشہور  
 ہے۔ کیونکہ اس کو اللہ کی حمد سے شروع نہیں کیا تھا۔ اس کا خلاصہ یہ ہے  
 تم لوگوں نے احکام الہی کی پابندی چھوڑ رکھی ہے اور غلاب آخرت کا

تم کو خوت نہیں رہا۔ تمہاری نیکیاں کم اور شرارتیں زیادہ ہیں۔ چوریاں کرتے ہو اور ایک دوسرے کا مال حلال سمجھتے ہو۔ تم میں سے ہر شخص کو چاہیے کہ وہ اپنے گھر اور قبیلہ کے لوگوں کو برائیوں سے روکے ورنہ گہنگار کے عوض میں بیگناہ کو بھی سزا دوں گا اور بھاگنے والے کے بدلے میں مقیم کو پکڑوں گا۔ جس کا جس قدر مال چوری جائے میں اس کا ضامن ہوں کہ کوئی شخص رات کو باہر نہ نکلے ورنہ قتل کیا جائے گا۔ جو شخص کسی کا گھر جلائے گا میں خود اس کو جلادوں گا۔ جو کسی کے گھر میں نقب لگائے گا اس کا دل چیر ڈالوں گا۔ جاہلیت کا کسی قسم کا دعویٰ اگر کسی کی زبان سے سنوں گا تو اس کی زبان کاٹ کر پھینک دوں گا۔ جو لوگ میرا حکم مانیں گے میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کروں گا۔ مجھ کو یہاں کے بعض لوگوں کے ساتھ عداوت تھی لیکن ان کو ڈرنا نہ چاہیے۔ کیونکہ میں نے اس کو اپنے دل سے نکال دیا جو شخص خیر خواہی کرے گا میں اس کا خیر خواہ ہوں اور جب تک مجھ سے رو در رو مقابلہ کے لئے نہیں آئے گا خواہ وہ دل میں میرا کتنا ہی بدخواہ کیوں نہ ہو۔ میں اس کی گرفت نہیں کروں گا۔ میں کسی کی تنخواہ اور روزنیہ بند نہیں کروں گا۔ اور نہ میرا مدد ازہ کسی کے لئے بند ہے ہر حاجتمند میرے پاس جس وقت چاہے خواہ آدمی مات کیوں نہ ہو آئے میں اس کی حاجت کو پورا کرنے

کے لئے تیار ہوں۔

عبداللہ بن حسن کو شہر کا کوتوال مقرر کیا۔ عشتار کی نماز میں تاخیر کرتے  
اس کے بعد اتنا انتظار کرتے کہ آدمی اطمینان کے ساتھ سوہہ بقرہ پڑھ لے اور  
مسجد سے شہر نپاہ تک جاسکے۔ پھر عبداللہ بن حسن کو حکم دیتے وہ سپاہیوں  
کو لے کر شہر میں گشت لگاتے جو شخص ملتا اس کو قتل کر دیتے یہاں تک کہ ایک  
رات ایک بدو ملا جو شہر کے کسی گوشے میں اپنی بکریاں لیکر ٹھہر گیا۔ عبداللہ نے  
اس کو پکڑ لیا۔ اور زیاد کے پاس لائے۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا تمہیں امیر کا یہ حکم معلوم  
ہے کہ رات کو جو شخص شہر میں ٹرک پر ملے گا قتل کر دیا جائے گا اس نے کہا کہ  
مجھے مطلق علم نہیں۔ میں تو رات زیادہ گنڈ جانے کی وجہ سے مجبوراً یہاں رہ گیا  
تھا۔ زیاد نے کہا اگرچہ تیرا بیان صحیح معلوم ہوتا ہے لیکن تیرے قتل میں امت کی  
مصلحت ہے آخر اس کو قتل کر دیا۔

تو زیاد کی اس سختی کی وجہ سے شہر کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ کسی کے ہاتھ سے  
ٹرک پر کوئی چیز گر جاتی تو کوئی شخص اس پر نظر بھی نہ ڈالتا۔ یہاں تک کہ مالک ہی خود اگر  
اس کو اکھٹاتا تھا۔ اور لوگ بالعموم راتوں کو بھی دکالوں اور مکالوں کے دروازے  
بند نہیں کرتے تھے۔ چوری، غارتگری، لڑائی وغیرہ سب بند ہو گئی راستوں کی  
حفاظت کے لئے بھی انہوں نے چوکیاں قائم کیں اور کاروان اور مسافر لوٹ  
سے محفوظ ہو گئے۔

خوارج کے ساتھ ان کا برتاؤ اسی کے مطابق تھا۔ جو انہوں نے خطبہ میں کہا تھا۔ یعنی جب تک کوئی مقابلہ کے لئے نہیں اٹھتا تھا اس وقت تک اس سے کوئی سروکار نہیں۔ کھٹتے تھے ایک دن ان کو معلوم ہوا کہ بنی سعد کا ایک شخص خارجی ہے اس کو گرفتار کر لیا یا جب وہ آیا تو اس سے دریافت کیا اس نے حضرت ابوبکر اور عمر کی تعریف کی حضرت عثمان کا نام نہیں لیا۔ زیاد نے اس پر سختی کرنی چاہی اس نے کہا کہ آپ نے وعدہ کیا ہے کہ جو شخص ہمارے مقابلہ میں نہ آئے خواہ وہ دل میں کتنی ہی مخالفت رکھتا ہو اس کی گرفت نہیں کی جائے گی اب اس کے خلاف مجھے کیوں سزا دی جاتی ہے زیاد نے اس بات کو تسلیم کیا۔ اور رہا کر کے خلعت والغانم بخشا۔

زیاد وہاں کے لوگوں کو اپنے پاس بلانے تھے ان کے ساتھ بیٹھے تھے اور ان کی خاطر مدارات کرتے تھے۔ ایک بار ان کو معلوم ہوا کہ ابوالخیر جو ایک بہادر اور عقلمند شخص ہے خوارج کا بھتیجا ہے اس کو بلایا اور جند لیا بورا کا عامل مقرر کر کے بھیج دیا۔ چار ہزار درہم ماہوار اس کی تنخواہ کر دی اس کے بعد سے ابوالخیر کہا کرتا تھا کہ جماعت سے خارج ہونا بڑی غلطی ہے۔

۱۵۰ میں مغیرہ بن شعبہ کی دنات کے بعد امیر معاویہ نے زیاد کو بصرہ کے ساتھ کوثر کی ولایت بھی سپرد کی اس وقت سے وہ سال بھر میں چھ بیٹے بصرہ اور چھ بیٹے کوفہ میں رہنے لگے۔

اہل کوفہ حکام کی تحقیر اور حکومت کی خلاف ورزی کے عادی تھے زیاد  
 نے جب وہاں جا کر جامع مسجد میں اپنی تقریر شروع کی تو بعض لوگوں نے ان کے  
 اوپر سنگریزے پھینکے انہوں نے فوراً خطبہ روک دیا اور مسجد کے دروازے کو  
 بند کر کے لیک کر سی منگوا کر وہاں بیٹھ گئے۔ چار چار آدمیوں کو بلا کر قسم لیتے تھے  
 کہ انہوں نے سنگریزے نہیں پھینکے ہیں جو قسم کھا لیتا سے چھوڑ دیتے اور جو  
 انکار کرتا اسے پکڑ لیتے۔ اس قسم کے تیس آدمی لکھان کے ہاتھ کٹوا دیئے اس کے  
 بعد سے مسجد میں اپنے واسطے مقصورہ بنا لیا۔

کوفہ میں شیعان علی کی ایک جماعت تھی جس کے سرغنہ حجر بن عدی کنزی اور  
 عمرو بن الحمق وغیرہ تھے زیاد کو معلوم ہوا کہ یہ لوگ جمع ہو کر امیر معاویہ اور ان کے  
 عمال کی برائیاں کرتے ہیں اس لئے کوفہ میں آکر جامع مسجد میں تقریر کی اور کہا کہ ایسے  
 فتنہ پرداز لوگوں سے میں کوفہ کو پاک کر کے چھوڑوں گا۔ اس کے بعد سپاہیوں  
 کو بھیجا کہ حجر کو مسجد میں بلا لائیں انہوں نے آنے سے انکار کیا اور سپاہیوں کو  
 گالیاں دیں زیاد نے یہ سن کر اہل کوفہ سے کہا کہ تم لوگ طاعت کا اظہار کرتے ہو لیکن  
 تمہارے دل حجر کے ساتھ ہیں یا تو تم ان سے برأت اختیار کرو ورنہ میں تم لوگوں کو  
 بھی کوفہ سے نکالوں گا۔ لوگوں نے کہا کہ معاذ اللہ سوائے اطاعت کے ہمارا کوئی  
 خیال نہیں ہے زیاد نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو جا کر اپنے اپنے قبیلہ کے لوگوں کو حجر  
 کے پاس سے الگ کر دو لوگوں نے اس حکم کی تعمیل کی اس کے بعد انہوں نے

سپاہیوں کو حکم دیا کہ حجر کو معان کے ساتھیوں کے لاؤ۔ اگر وہ نہ آئیں تو زبردستی پکڑ لاؤ۔ کچھ لوگ ان میں سے بھاگے۔ لیکن حجر اور ان کے تیرہ ساتھی گرفتار ہو کر آئے اور قید خانے میں رکھے گئے۔

کوفہ کے بہت سے لوگوں نے شہادت دی کہ حجر خلیفہ وقت کے حق میں کلمات ناجائز استعمال کرتے ہیں اور بغاوت کے لئے ایک جماعت انہوں نے فراہم کی تھی۔ یہ کہتے تھے کہ خلافت سوائے حضرت علی کی اولاد کے اور کسی کا حق نہیں ہے اور امیر معاویہ اور ان کے عمال سے تبریٰ لازم ہے۔

زیاد نے ان تمام شہادتوں کو قلمبند کر کے امیر معاویہ کے پاس بھیج دیا اور حجر اور ان کے ساتھیوں کو بھی دمشق روانہ کیا جب یہ لوگ مزح عذر میں پہنچے تو امیر معاویہ کے حکم سے ان میں سے اٹھ آدمی جن میں سے حجر بھی تھے قتل کر دیئے گئے اور باقی چھ جنہوں نے حضرت علی سے تبریٰ کی رہا ہو کر کوفہ واپس آئے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ نے حجر کی گرفتاری کا حال سن کر عبدالرحمن بن عمار کو امیر معاویہ کے پاس سفارش کے لئے بھیجا تھا لیکن وہ اس وقت دمشق میں پہنچے جب حجر قتل ہو چکے تھے۔ حضرت عائشہ کو حجر کے حادثہ کا بہت افسوس ہوا کیونکہ وہ نہایت بزرگ اور عابد آدمی تھے۔

زیاد نے ۵۳ھ میں طاعون میں مبتلا ہو کر انتقال کیا۔

زیاد نے حکومت کا جو طریقہ عراق میں رکھا یعنی بھاگنے والے کے عوض

میں مقیم۔ غلام کے بدلے آقا اور گنہگار کے بجائے بے گناہ کو سزا دینا یہ قانون  
 شرع کے بالکل خلاف تھا بعض سخت مزاج حکام اس قسم کی سیاست اس وقت  
 اختیار کرتے ہیں جب جرائم کی کثرت اور رعایا کی اخلاقی حالت بالکل خراب ہو جاتی  
 ہے چنانچہ زیادہ کے زمانہ میں خواجہ نے بہت کم سزا ٹھایا اور ملک میں امن و امان ہو گیا  
 مگر اس کے لئے شرعی اصول توڑے گئے اور ناجائز خون بہائے گئے تو ایسی مستحق  
 وہی سیاست ہے جس سے اصول عدالت کے ساتھ مفاسد کی اصلاح ہو جائے  
 تاہم وہ ان خونریزیوں اور ظلموں کے باوجود عراق کے بہت سے والیوں سے  
 بہتر تھے ان کے عہد میں وہاں اہمیت اور نفاذ بہت تھی سب لوگ خوشحال تھے  
 وہ سب کی تنخواہیں وقت پر پہنچا دیتے تھے ہر حاجت مند جس وقت چاہتا ان  
 سے جا کر ملتا۔ وہ اس کی امداد کے لئے تیار رہتے ان کی سچائی اور وفائے عہد  
 پر سب کو اعتماد تھا۔

یہ بات تاریخ افسوس کے ساتھ دکھلاتی ہے کہ اہل عراق ایسے ظلم پسند  
 لوگ تھے کہ بلاختی اور خونریزی کے وہ ٹھیک بھی نہیں رہتے تھے جب کوئی نرم خو  
 اور رحمدل حاکم وہاں آتا تو اس سے سرکشی کرنے لگتے۔

کوئی میں میغرہ بن شعبہ کی سیاست بہ نسبت زیادہ کے زیادہ  
 نرم تھی۔ لوگ ان سے آکر کہتے کہ فلاں شخص شیعہ ہے اور

فلاں خارجی ہے وہ جواب دیتے کہ یہ اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے کہ لوگ ہمیشہ باہم



مختلف رہیں گے۔ وہی ان کے اختلافات کا قیامت کے دن فیصلہ کرے گا  
لوگ پشنگران کی طرف سے بے خوف ہو گئے۔ خوارج نے مجتمع ہو کر باہم مشورہ  
کیا کہ نکل کر اہل قبلہ سے پھر جہاد کریں کیونکہ ان کے خیال میں اس میں سستی کرنا  
موجب گناہ تھا۔ چنانچہ مشورہ کے بعد انہوں نے مستور بن علقمہ کو اپنا امیر  
مقرر کیا۔ اور یہ قرارداد ہوئی کہ یکم شوال ۲۳ھ کو یعنی عین عید کے دن شہر سے  
نکل کر جہاد عام شروع کر دیں۔ حضرت میغرہ کو خبر مل گئی کہ خارجیوں کی ایک جماعت  
حیان بن ظبیان کے گھر میں جمع ہے اور یکم شوال کو اس کا ارادہ بغاوت کرنے کا  
ہے۔ سپاہیوں کو بھیجا انہوں نے اس گھر کا محاصرہ کیا اور جو لوگ وہاں ملے ان  
کو گرفتار کر لائے وہ قید کئے گئے۔ مستور نے جب یہ دیکھا تو اپنے تین سوسا بیوی  
کو لے کر کوفہ سے نکل گیا۔

میغرہ نے لوگوں سے مشورہ لیا کہ اس کے مقابلہ میں کس کو بھیجا جائیے عدی  
بن حاتم نے کہا کہ کوفہ کے جتنے روسا ہیں سب ان کے دشمن ہیں آپس کو چاہیں  
بیچ دیں کوئی انکار نہیں کرے گا۔ معقل بن قیس نے کہا کہ ان کے مقابلہ میں اگر آپ  
کسی کو بھیجا چاہتے ہیں تو مجھ کو بھیج دیجئے۔ میں ان سے سخت عداوت رکھتا ہوں  
کیونکہ وہ لوگ امت کے بدخواہ اور اہل بیت کے دشمن ہیں۔

میغرہ نے جماعت شیعہ کے تین ہزار سوار منتخب کر کے معقل کے ساتھ روانہ  
کئے۔ خوارج سے متعدد لڑائیاں ہوئیں وہ اگرچہ تین سو نچھے لیکن ہر لڑائی میں

غالب رہے۔ آخر میں مستورد کے مقابلہ کے لئے خود معقل گئے۔ مستورد کی تلوار  
 ان کے سر پر اور ان کا نیزہ اس کے سر پر پڑا دونوں ایک ساتھ گرے اور گر گئے  
 اس وقت خارجیوں نے شکست کھائی اور بجز پانچ شخصوں کے سب مارے گئے۔  
 حضرت میغزسات سال اور چند ماہ والی رہے۔ امام شعبی کا قول ہے کہ ان  
 سے بہتر کوئی امیر کو فریں نہیں آیا۔ وہ امن پسند، نیک سیرت اور سلف صالح  
 کا لقب تھے۔

لوگ ان کے اوپر یہ گرفت کرتے ہیں کہ وہ ہمیشہ حضرت علی اور قاتلین عثمان کی  
 برائی کیا کرتے تھے ان کی وفات ۵۵۰ھ میں ہوئی۔

۵۵۰ھ میں امیر معاویہ نے عبید اللہ بن زیاد کو بصرہ کا والی  
 مقرر کیا اس نے خوارج پر نہایت سختی کی۔ ۵۵۸ھ میں بہت  
 سے خارجیوں کو پکڑ کر قتل کر ڈالا۔ اور جو بھاگے ان کے پیچھے فوج روانہ کی۔

ایک بار گھوڑ دوڑ میں شریک تھا وہاں ایک خارجی عروہ بن ادبہ سے اس  
 سے سخت کلامی کی۔ ابن زیاد کو خیال ہوا کہ اس کے ساتھ کوئی جماعت ہے ورنہ  
 ایسے کلام کی جرأت اس کو نہیں ہو سکتی تھی۔ اس لئے گھوڑ دوڑ چھوڑ کر اپنے قصر کو لوٹ  
 چلا آیا۔ عروہ خوف کے مارے چھپ رہا لیکن سپاہیوں نے اس کو تلاش کر کے  
 گرفتار کر لیا۔ ابن زیاد نے اس کے ہاتھ اور پاؤں کڑا دیئے اور کہا کہ اب تباہ اس  
 نے جواب دیا کہ تم نے میری دنیا خراب کی اور اپنی آخرت کو برباد کیا۔ اس کے بعد

ابن زیاد نے اس کو مار ڈالا اور پھر اس کی بیٹی کو بھی قتل کر دیا۔ عروہ کا بھائی  
 مرد اس چالیس آدمیوں کو لے کر باغی ہو گیا اور ہوازی کی طرف چلا گیا ابن زیاد نے  
 اس کے تعاقب میں ابن مثنیٰ کے ساتھ دو ہزار فوج روانہ کی۔ ان خارجیوں نے  
 دو ہزار کو شکست دیدی۔

ابن زیاد امیر معاویہ کی وفات تک بصرہ کا والی رہا۔

مصر کے والی حضرت عمرو بن عاص تھے۔ ۴۳ھ میں ان کی وفات کے  
 بعد ان کے بیٹے عبداللہ والی ہوئے۔ حجاز کی ولایت ہمیشہ بنی امیہ کے اصرار کے ہاتھ  
 میں رہتی تھی خاص کر مروان بن حکم اور سعید بن العاص کے ان میں سے اگر ایک  
 مکہ کا حاکم ہوتا تو دوسرا مدینہ کا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ امیر معاویہ خود حج کے لئے نہیں  
 آتے تھے اس لئے انھیں والیان حجاز میں سے کسی کو اپنا قائم مقام بنادیتے تھے۔  
 امیر معاویہ کے عہد میں مشرق میں فتوحات کا سلسلہ نہیں بڑھا۔

### فتوحات

صرف یہ ہوا کہ بعض بعض صوبوں میں جو بغاوتیں ہو رہی تھیں وہ  
 فرد کی گئیں۔ عبداللہ بن سوار نے جو سندھ کے سرحد پر متعین تھے۔ قیقان  
 پر دوبارہ فوج کشی کی۔ دوسری بار وہاں کے لوگوں نے ترکوں کو اپنی امداد کے  
 لئے بلایا تھا۔ عبداللہ جنگ میں مارے گئے۔ ان کے بعد اسلام کے مشہور سپہ سالار  
 مہلب بن ابی صفرہ نے ان پر چڑھائی کی اور مقام ننبہ تک جو کابل اور ملتان  
 کے درمیان واقع ہے فتح کیا۔

یہ واقعہ ذکر کے قابل ہے کہ ایک بار راستہ میں مہلب کو اکیلا پا کر  
 اٹھارہ تزرکی سواروں نے گھیر لیا انھوں نے ان سب کو مار لیا۔  
 ترک اپنے گھوڑوں کی دم کے بال تراش دیتے تھے مہلب نے اس طریقہ  
 کو پسند کر کے اپنی فوج میں بھی رائج کیا۔

امیر معاویہ کے عہد میں زیادہ تر تو جہ رومیوں کی طرف مصروف کی گئی  
 اس کی وجہ یہ تھی کہ ان میں اب تک طاقت باقی تھی۔ ان کے زمانہ میں دو قیصر ہوئے  
 پہلا قسطنطین لیسر مرقل جو ۶۴۱ء سے ۶۶۸ء تک حکمران رہا اور دوسرا یوٹھا  
 نانس جو ۶۶۸ء میں تخت پر بیٹھا۔ اور ۶۸۵ء تک رہا یہ دونوں اسلامی علاقوں پر  
 حملے کرتے رہے۔ امیر معاویہ نے ان سے مقابلہ کرنے کے لئے بری اور بحری دونوں  
 فوجیں تیار کیں ان کے عہد میں ایک ہزار سات سو جنگی کشتیاں مکمل ساز و سامان  
 کے ساتھ ہر وقت مقابلہ کے لئے تیار رہتی تھیں۔ امیر البحر جنادہ بن ابی امیہ  
 تھے جنہوں نے رومیوں کو کئی بار سطح آب پر شکست دی اور قبرص و رودس وغیرہ  
 کو فتح کیا۔ بحری فوج کی تنخواہ بھی زیادہ مقرر کی تاکہ مسلمان خوشی سے اس میں  
 بھرتی ہوں۔

بری فوج کی دو قسمیں تھیں جو سردی کے موسم میں جنگ پر بھیجی جاتی تھی۔  
 وہ شائیتہ اور جو گرمی میں جاتی تھی وہ صائفہ کہلاتی تھی۔ اس طرح پر  
 جنگ کا سلسلہ سال بھر جاری رہتا تھا۔

۳۳۸ میں امیر معاویہ نے رومیوں کے اصل مرکز یعنی قسطنطنیہ پر حملہ کی تیاری کی اور اس کیلئے عظیم الشان لشکر جمع کیا۔ سفیان بن عوف کو اس کا سپہ سالار مقرر کیا اور اپنے بیٹے یزید کو بھی ایک دستہ کا امیر بنایا۔

چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا جیسا کہ امام بخاری نے اس کو اپنی صحیح بخاری میں روایت کیا ہے۔

أَدُلُّ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي لِيَعْرُدَ مَدِينَةَ قَيْصَرَ  
مَغْفِرًا لَهُمْ

میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر پر حملہ آور ہوگا اس کو اللہ نے بخش دیا ہے۔

اس بنیاد پر مدینہ سے بہت سے صحابہ مغفرت موعودہ حال کرنے کے لئے اس لشکر میں جا کر شریک ہوئے۔ مثلاً حضرت عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن زبیر، عبد اللہ بن عباس، ابو ایوب الفزاری وغیرہ رضی اللہ عنہم۔ بعض تاریخی روایات میں امام حسین کا بھی نام ہے۔

یہ لشکر یرمی اور بحری دونوں راستوں سے روانہ ہو کر قسطنطنیہ پہنچا اور اس کا محاصرہ کیا۔ متعدد سخت معرکے پیش آئے۔ عبد العزیز بن زرارہ شوق شہادت میں بار بار آگے بڑھ کر لڑتے تھے اور جب یہ دیکھا کہ یہ تمنا پوری نہیں ہوتی ہے تو دشمنوں کی فوج میں گھس گئے اور آخر کار شہادت سے سرخرو ہوئے امیر معاویہ

کو جب اس کی اطلاع پہنچی تو انہوں نے زرارہ سے کہا کہ عرب کا جو انہر داتھ گیا انہوں نے پوچھا کہ کون جو انہر دہ؟ میرا بیٹا یا آپ کا؟ کہا کہ تمہارا بیٹا۔ اللہ اس کا اجر تم کو دے انہوں نے صبر کیا اور دعا مانگی۔

قسطنطنیہ کی فیصل چونکہ نہایت مضبوط اور قدرتی طور پر محفوظ واقع ہوئی تھی اس لئے مسلمان اس کو فتح نہ کر سکے۔ رومیوں نے آتش فشاںی کر کے بہت سی اسلامی کشتیوں کو بھی جلا دیا۔ علاوہ بریں وہاں کی سردی بھی عربوں کے لئے سخت تھی۔ مجبوراً بہت کچھ نقصان اٹھا کر واپس چلے آئے۔ اثنائے محاصرہ میں حضرت ابوالیوب المصاری وقات پاگئے۔ یہ وہ صحابی ہیں جن کے یہاں ہجرت کے بعد مدینہ میں پہنچ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم مہمان ہوئے تھے۔

قسطنطنیہ کی فیصل کے قریب شہر کے باہر دفن کئے گئے۔

جب عثمانی ترکوں نے اس مقام کو فتح کیا۔ تو ان کے مزار کے متصل ایک جامع مسجد تعمیر کرائی جو اب تک جامع ابوالیوب کے نام سے مشہور ہے اسی میں خلفائے آل عثمان کی تاج پوشی کی رسم ادا کی جاتی تھی۔

افریقہ میں حضرت عمرو بن عاص کی ولایت میں برقہ تک فتوحات کا سلسلہ پہنچا تھا امیر معاویہ نے عقبہ بن نافع کو وہاں کا سپہ سالار مقرر کیا۔ اور دس ہزار فوج ان کی امداد کے لئے بھیجی۔ انہوں نے قوم بربر پر حملہ کیا اور ان کو مغلوب کیا۔ اہل بربر کا یہ دستور تھا کہ جب کوئی سپہ سالار ان کے اوپر فوج

کشی کرتا تو مسلمان ہو جاتے پھر جب موقع پاتے مرتد ہو کر بغاوت کر بیٹھتے اس لئے  
 عقبہ نے یہ مناسب سمجھا کہ وہاں ایک فوجی چھادنی قائم کریں چنانچہ قیروان آباد  
 کیا ۵۵ھ میں اس کی تکمیل ہوئی۔ اس دوران میں ہر سمت فوج کے دستے بھیجے رہے اکثر  
 بربری قبائل اسلام میں داخل ہو گئے۔ فوج کے قیام سے وہاں کے مسلمانوں کو  
 اطمینان حاصل ہو گیا اور اطراف و دیار میں اسلام پھیلنے لگا۔

مسلمہ بن مخلد اس زمانہ میں امیر معاد یہ کی طرف سے والی مصر و افریقہ تھے  
 انھوں نے عقبہ کو معزول کر کے ان کے بجائے اپنے ایک غلام ابوالمہاجر کو سپہ سالار  
 مقرر کیا۔ ابوالمہاجر نے جیسا کہ کوتہ اندیش لوگوں کا دستور ہے عقبہ کی برائی  
 کرتی شروع کی۔ اور ان کے تمام کاموں میں خرابیاں نکال کر ان کو بدنام کرنے لگا۔  
 عقبہ شام میں چلے آئے اور امیر معاد یہ سے ابوالمہاجر کی شکایت کی  
 انھوں نے وعدہ کیا کہ میں تم کو تمہاری جگہ بھیج دوں گا لیکن کچھ دنوں صبر کرو۔

میغرہ بن شعبہ ایک بار دمشق گئے انھوں نے زبیر سے  
**زبیر کی بیعت** بھی ملاقات کی اور اثنائے گفتگو میں کہا کہ اعیان صحابہ اور

بزرگان قریش سب گزر گئے اب ان کے بیٹے ہیں۔ تم نصیحت، شرافت، علم  
 اور سیاست دانی کے لحاظ سے ان میں سے کسی سے کم نہیں ہو پھر میں نہیں سمجھتا  
 کہ امیر المؤمنین کے لئے کون سی رکاوٹ ہے کہ وہ تمہاری ولیعہدی کی بیعت نہیں  
 لیتے۔

یزید نے کہا کہ کیا آپ کی رائے میں اس بیعت میں کامیاب ہونا ممکن ہے  
 میغرہ نے کہا کہ بے شک! یزید نے امیر معاویہ سے اس کا ذکر کیا۔ انہوں نے میغرہ  
 کو بلا کر اس معاملہ میں گفتگو کی۔ میغرہ نے کہا کہ وہ ساری فرقہ بندیوں اور نحوں پر نیکیاں  
 جو حضرت عثمان کے قتل کے بعد ہوئیں میری نگاہوں میں ہیں... اس لئے میری رائے  
 یہ ہے کہ امت کو اختلاف اور فتنہ فساد سے بچانے کے لئے اگر آپ یزید کی ولی عہدی  
 کی بیعت لے لیں تو مناسب ہے ورنہ پھر آپ کے بعد وہی حالت ہو جائے گی۔  
 امیر معاویہ نے کہا کہ اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ لوگ بیعت کر لیں گے۔ میغرہ نے  
 کہا کہ میں کوفہ کی طرف سے ضامن ہوتا ہوں۔ اہل بصرہ کو زیادہ رضامند کر لیں گے  
 اور اہل عراق نے جب بیعت کر لی تو پھر کوسئی مخالفت نہیں کر سکتا۔ امیر معاویہ نے کہا  
 کہ تم کوفہ میں جا کر وہاں کے عمائد سے اس معاملہ میں مشورہ لیکر مجھے مطلع کرو۔  
 میغرہ جب کوفہ میں واپس آئے تو وہاں کے روسا اور کبراء کو بلا کر اس  
 بات کا ذکر کیا وہ بیعت کرنے پر راضی ہو گئے۔ انہوں نے اپنے بیٹے موسیٰ کے ہمراہ  
 اعیان کوفہ کا ایک وفد دمشق بھیج دیا۔ ان لوگوں نے امیر معاویہ سے کہا کہ ہم اس  
 رائے کو پسند کرتے ہیں کہ یزید کی ولی عہدی کی بیعت لی جائے۔ امیر معاویہ نے  
 ان کو رخصت کیا۔ اور کہا کہ آپ لوگ اپنی رائے پر قائم رہیں۔ جب دقت آئے گا  
 تو ہم آکر بیعت لیں گے۔

کوفہ کے وفد سے امیر معاویہ کی رائے کو بہت تقویت پہنچی انہوں نے زیاد



دالی بصرہ کو بھی لکھا کہ تم وہاں کے سرداروں سے یرید کی دلی عہدی کے متعلق  
مشورہ لو۔ زیاد نے عبید بن کعب نخیری کو جو ممتاز و وسایں سے تھا بلا کر امیر معاویہ  
کا خط دکھایا اور کہا کہ میری رائے تو یہ ہے کہ لکھوں کہ ابھی یہ معاملہ ملتوی رکھا جائے  
کیونکہ تمام لوگوں کو یہ معلوم ہے کہ یرید لا ابالی نو جوان ہے اور رات دن شکار میں  
مشغول رہتا ہے اس لئے مجھے ڈر ہے کہ لوگ اس کی دلی عہدی کی بیعت میں پس  
پیش کریں گے۔

عبید نے کہا کہ میرے خیال میں امیر کی رائے درست معلوم ہوتی ہے بہتر ہے  
کہ میں دمشق میں جا کر یرید سے ملوں اور ان سے کہوں کہ تم دلی عہد ہو سکتے ہو لیکن  
لوگوں کو تمہارے بابت یہ شکایت ہے کہ تم شکار میں اپنا وقت ضائع کرتے ہو۔  
ابن ابتر ہے کہ جلد اپنی اصلاح کرو۔

اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ یرید کی حالت بھی سدھر جائے گی اور امیر جو بات  
چاہتے ہیں وہ آسانی کے ساتھ پوری ہوگی۔

زیاد اس کے مشورہ سے خوش ہوا اور فوراً اس کو دمشق روانہ کیا یرید نے  
اس کے سمجھانے سے اپنی حالت ٹھیک کر لی اور اب لوگوں کو اس کے اوپر عیب گیری  
کا موقع نہیں رہا۔

امیر معاویہ نے مروان بن حکم دالی مدینہ کو لکھا کہ:۔  
اب امیر اس زیادہ ہو گیا۔ اور ہڑیاں کمزور ہو گئیں۔ مجھے یہ خوف ہے کہ

میرے بعد کہیں اہلیت میں پھر فتنہ پیدا ہو جائے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اپنی زندگی میں کسی شخص کو متعین کر دوں کہ میرے بعد خلیفہ ہو لیکن بلا اہل مدینہ کے مشورہ کے ایسا کرنا میں مناسب نہیں سمجھتا لہذا تم وہاں کے اہل رائے کے سامنے اس معاملہ کو پیش کر دو اور جو کچھ وہ جواب دیں اس سے مجھے مطلع کرو۔

مردان نے شرفارور و وسا مدینہ کو جمع کر کے یہ خط سنایا سب لوگوں نے امیر کی رائے کو پسند کیا۔ اور کہا کہ ہم اس تجویز سے متفق ہیں وہ اچھی طرح سوچ سمجھ امت کی خیر خواہی کو پیش نظر رکھ کر جس کو چاہیں ولی عہد بنائیں۔

جواب پہنچنے کے بعد پھر یہ مراسلہ موصول ہوا کہ ہم نے عوزد خوض کر کے امت کی مصلحت کا لحاظ رکھتے ہوئے زید کو ولی عہدی کے لئے منتخب کیا ہے مردان نے یہ خط لوگوں کو سنایا عبدالرحمن بن ابی بکر نے کہا کہ تم لوگوں کو امت کی خیر خواہی منظور نہیں۔ تم خلافت اسلامیہ کو بھی قیصریت بنانا چاہتے ہو کہ جب ایک قیصر مر جائے تو اس کے بجائے اس کا بیٹا قیصر ہو۔ نیز امام حسین، عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر نے بھی اس کی مخالفت کی۔

امیر معاویہ نے اپنے امرارادہ عمال کو لکھا تھا کہ زید کی خوبیاں لوگوں سے بیان کریں اور دیار و امصار کے رؤسا و کبراء کے وفود میرے پاس بھیجیں کہ میں ان سے اس معاملہ میں خود بھی گفتگو کروں

ان دونوں میں مدینہ سے محمد بن عمرو بن حزم اور بصرہ سے احنف بن قیس  
گئے محمد بن عمرو نے امیر معاویہ سے کہا کہ آپ زید کو منتخب کرتے ہیں لیکن اس مسئلہ  
کو بھی پیش نظر رکھیے جو اللہ کی درگاہ میں اس معاملہ سے آپ کے اوپر عائد ہوتی ہے  
امیر معاویہ اس کو سن کر چپ رہے اس کے بعد دربار عام کیا۔ جس میں امرار روسا  
عمال اور فود نیز ہر طبقہ کے لوگوں کو بلایا اور کھڑے ہو کر تقریر کی۔ پہلے اسلام کی  
عظمت، خلافت کی حرمت، خلفاء کے حقوق۔ والیان امر کی اطاعت اور اس  
معاملہ میں امت کے فرائض بیان کئے اس کے بعد زید کی خوبیاں مثلاً اس کی شجاعت  
عقل۔ کرم اور سیاسی واقفیت کا ذکر کیا۔ پھر لوگوں سے خواہش کی کہ وہ اس  
کی ولایت پر بیعت کریں۔

ان کے بعد ضحاک بن قیس فہری کھڑے ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ  
اے امیر المؤمنین! یہ امر نہایت ضروری ہے کہ آپ کے بعد جو خلیفہ ہو  
وہ ابھی سے متعین ہو جائے ہم نے خوب آد مالیا کہ یاہمی الفت اور  
اتحاد سے بڑھ کر کوئی چیز خونریزی سے بچانے والی نہیں ہے رعایا کی  
آسائش۔ ملک کی امنیت و رہنمائی عام سب اس پر منحصر ہیں کہ امت  
کا ایک مرکز ہو اور وہ خلیفہ کی ذات ہے۔

زید بن امیر المؤمنین حسن سیرت۔ عقل۔ علم اور حلم پر صفت ہیں  
ممتاز ہے اس کی دشمنی اور سیاسی واقفیت پر سب کو اعتماد ہے

اس کی رائے معاملات میں صحیح ہوتی ہے اور وہ ہر طرح پر خلافت کا مستحق ہے۔ ہماری بھی یہی خواہش ہے کہ آپ اس کو ولیعہد مقرر کر دیں تاکہ آپ کے بعد وہ ہمارا پشت و پناہ اور مہجاد و مددگار ہو اور اس کے سایہ میں امت فتنہ اور فساد سے محفوظ رہے۔

ضحاک کے بعد اور لوگوں نے بھی اس قسم کی تقریریں کیں۔

امیر معاویہ نے احنف بن قیس سے کہا کہ آپ کیوں نہیں بولتے اٹھوں نے کہا کہ جھوٹ کہوں تو اللہ سے ڈر لگتا ہے اور سچ کہوں تو آپ سے۔ آپ خود پلنسبت ہم لوگوں کے یزید کے حالات سے زیادہ واقف ہیں اگر آپ کے خیال میں یزید کی بیعت اللہ اور امت کی رضامندی کا موجب ہے تو لیجئے مشورہ کی کیا ضرورت ہے اور اگر وہ خلافت کے قابل نہیں ہے تو پھر کیوں اس کی دنیا کے پیچھے اپنی عفتی کو بگاڑتے ہیں۔

امیر معاویہ لوگوں کو الغام و اکرام و خاطر مدارات سے راضی رکھتے تھے اس لئے سب لوگوں نے بیعت کر لی اس کے بعد عراق میں جا کر وہاں کے لوگوں سے بیعت لی۔ پھر ایک ہزار سوار لے کر حجاز کی طرف روانہ ہوئے، پہلے مدینہ پہنچے عبد اللہ بن عمر۔ عبد اللہ بن زبیر، عبد اللہ بن عباس، اور امام حسین رضی اللہ عنہم جو اس بیعت کے خلاف تھے ان کی آمد کی خبر سن کر مکہ کو چلے گئے۔ امیر معاویہ نے اہل مدینہ کے سامنے بھی تقریر فرمائی۔ اس میں کہا کہ یزید سے زیادہ کوئی خلافت کا

مستحق نہیں ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ بعض لوگ اس کے مخالف ہیں اور وہ اس وقت تک اس سے باز نہیں آئیں گے جب تک کہ ان پر سختیاں نہ ہوں اور ان کی جڑ اکھاڑ کر نہ پھینک دی جائے۔ کاش میری تینہ کو وہ لوگ سمجھ جاتے۔

پھر مدینہ سے مکہ آئے اور ان چاروں حضرات کو بلائے ان کی طرف سے عبداللہ بن زبیر گفتگو کے لئے منتخب کئے گئے۔

امیر معاویہ:- آپ لوگ میری سیرت سے واقف ہیں۔ میں رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کرتا ہوں اور ان کے ہر قسم کے ناز اٹھاتا ہوں۔ یزید آپ کا بھائی ہے میری خواہش ہے کہ آپ لوگ اس کو خلافت کے لئے نامزد کریں۔ اور اس کے جس قدر کام ہیں مثلاً والیوں کا عزل، لُصَب، تحصیل و خرچ مالیہ وغیرہ سب اپنے ہاتھ میں لیں وہ کسی بات میں بھی تعرض نہیں کرے گا۔

عبداللہ بن زبیر:- ہم تین صورتیں آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں ان میں سے جس کو آپ چاہیں اختیار کریں۔

امیر:- فرمائیے۔

ابن زبیر:- پہلی صورت تو یہ ہے کہ جس طرح بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو اپنا جانشین منتخب نہیں کیا اسی طرح آپ بھی بلا انتخاب چھوڑ دیں۔

امیر:- آنحضرت کے بعد ابو بکر جیسے لوگ موجود تھے جن کو بالاتفاق امت نے

خلیفہ بنا لیا۔ اب ہم میں ایسے لوگ کہاں ہیں جن پر سب لوگ متفق ہو جائیں اس لئے

اگر میں کسی کو دلی عہد نہ بناؤں تو امت میں سخت اختلاف پڑنے کا خطرہ ہے۔

ابن زبیر:- تو پھر وہ صورت اختیار کیجئے جو حضرت ابو بکر نے کی تھی کہ ایسے شخص کو اپنا قائم مقام مقرر کیا جو نہ ان کے قبیلہ کا تھا نہ ان کا رشتہ دار تھا  
امیر:- مجھے حضرت عمر جیسا کون ملے گا کہ میں اس کا انتخاب کروں۔

ابن زبیر:- اگر یہ بھی آپ نہیں چاہتے تو حضرت عمر کے طریقہ پر چلئے کہ انھوں نے چھ شخصوں کو نامزد کیا کہ یہ لوگ اپنے آپ میں سے جس کو چاہیں خلیفہ منتخب کر لیں جس میں نہ کوئی ان کا بیٹا تھا نہ بھائی نہ ہم قبیلہ۔

امیر:- کیا ان کے سوا اور کوئی صورت نہیں ہو سکتی۔

ابن زبیر:- نہیں۔

یہ سنکر امیر معاویہ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ مجھے جو کچھ آپ لوگوں سے کہنا تھا وہ کہہ چکا جو ہونے والا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ خواہ آپ میں یا نہ میں۔

امیر معاویہ نے اہل مکہ سے یزید کی دلی عہدی کی بیعت لی۔ پھر مکہ سے مدینہ

واپس آکر وہاں بھی بیعت لی۔

مکہ سے جب روانہ ہونے لگے تو عبداللہ بن عمر نے ان سے کہا کہ میں اس بات

پر بیعت کرنے کے لئے تیار ہوں کہ تمہارے بعد جس شخص کی خلافت پر لوگ متفق

ہو جائیں گے میں اس کو تسلیم کر لوں گا۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ایک حبشی غلام کو بھی اگر

لوگ خلیفہ بنا لیں گے تو میں ہرگز اختلاف نہ کروں گا اور نہ جماعت کا ساتھ چھوڑوں گا۔

امیر معاویہ کے عہد حکومت پر نظر ڈالنے سے یہ بات

نمایاں ہوتی ہے کہ اس میں خلافت نے سلطنت کا رنگ

## خلافت و سلطنت

اختیار کرنا شروع کیا۔ خلافت راشدہ میں ہر شخص کو وہی حریت حاصل تھی جو خلیفہ وقت

کو تھی۔ ان میں باہم اختلافات بھی نہیں تھے۔ قرآن مجید جو امت میں ہمدردی اور

اخوت کی تعلیم دیتا ہے اس کی آیات میں ایسی تاویلات نے مطلق دخل نہیں پایا تھا۔

جن سے اصلی مفہوم ہی بدل جائے۔ لیکن امیر معاویہ کے عہد میں یہ سب کچھ ہوا اور

آزاد امت غلامی کی زنجیروں میں جکڑی گئی۔ خفیف خفیف جرموں پر بلکہ بعض

اوقات بلا جرم خونریزی کی جاتی تھی۔

زیادہ والی بصرہ نے اس غریب بدد کو جو رات کو اپنی بکریاں لے کر شہر کے

کسی گوشہ میں ٹھہر گیا تھا باوجود اس کے بیان کے صحیح مان لینے کے بھی قتل کر ڈالا

اور کسی کو یہ جرأت نہ ہو سکی کہ وہ اس خون ناحق کے خلاف ایک لفظ بھی نہ بان سے

نکالتا۔ حالانکہ اسی بصرہ میں وہ لوگ موجود تھے جو جتھا باندھ کر مدینہ پہنچے تھے اور حضرت

عثمان سے منجملہ اور باتوں کے یہ بھی باز پرس کی تھی کہ آپ نے نماز سفر میں قصر کیوں نہیں کیا؟

مسجد کا منبر جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت خلق کے لئے

نصب فرمایا تھا اس پر حضرت علی کریم اللہ وجہہ کو جو دنیا چھوڑ کر اپنے رب سے

جاملے تھے علی الاعلان برا کہا جاتا تھا۔ اور باوجود اس کے کہ اس سے اکثر مسلمانوں

اور بالخصوص شیعہ علی کی دل آزاری ہوتی تھی۔ معلوم نہیں کیا فائدہ سمجھا اس کو

بطور حتمی فرض کے قرار دے رکھا تھا۔

سب سے آخر میں انہوں نے جو کام کیا یعنی یزید کی ولی عہدی کی بیعت لی۔ اس سے تو اسلامی جمہوریت کی بنیاد ہی اکھڑ گئی۔

بہت سے لوگ ان کی طرف سے یہ معذرت پیش کرتے ہیں کہ اس زمانہ میں سلطنت کے حدود بہت وسیع ہو گئے تھے اور ذوالحیاق والفضل موجود تھے اس لئے خلافت کے امپروایوں کی جس قدر زیادتی ہوتی اسی قدر امت میں فتنہ و

فساد و تفرقہ کا زیادہ خوف ہوتا۔ ایسی حالت میں اگر امیر معاویہ نے ایک خاندان میں اس کو محدود کر دیا تو کچھ بے جا نہیں کیا اس زمانہ کے لوگوں کی حالت اور عوام کی

جہالت کو دیکھتے ہوئے مصلحت اسی کی متقاضی تھی کہ امت کا رجحان طبع ایک ہی طرف رکھا جائے۔ چنانچہ خود شیعہ جو امیر معاویہ کی اس بیعت ولی عہدی لینے پر

سب سے زیادہ شدد و مد کے ساتھ اعتراض کرتے ہیں ان کے نزدیک بھی امامت ایک ہی نسل میں محدود ہے اور باپ سے بیٹے کو اور بیٹے سے پوتے کو پہنچتی ہے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ جمہوریت کے برکات اور استبداد کے نقصانات اس

قدر عظیم الشان ہیں کہ یہ عذر ان کے مقلبے میں قابل سماعت نہیں۔ اسلام کی اصلی ترقی کی بنیاد وہ حریت اور مساوات کی روح تھی جو اس نے امت میں پھونکی تھی۔

جس کی بددلت شخص بجاے خود بادشاہ تھا۔ امیر معاویہ کی اس کاسدائی سے ساری امت غلامی کے شکنجے میں آ گئی۔



امیر معاویہ نرم مزاج - حلیم اور صلح جو تھے۔ ان کی ملک داری  
**انتظام ممالک** کی قابلیت میں کسی شخص نے بھی اختلاف نہیں کیا ہے ان کے  
 عہد میں تمام صوبوں میں امن و امان رہا۔ اسلام کی شوکت اور طاقت میں اضافہ  
 ہوا۔ بحری فوج کی وجہ سے رومیوں پر سطوت قائم ہو گئی وہ نہایت بیدار مغزی  
 اور مستعدی کے ساتھ حکومت کے فرائض ادا کرتے تھے۔

چونکہ مقبوضات کا رقبہ بہت وسیع ہو گیا تھا اور در دست ممالک سے  
 مراسلات میں بہت زمانہ لگتا تھا اس لئے انھوں نے برید کا سلسلہ تمام سلطنت  
 میں قائم کیا۔ ہر پارہ میل پر ایک چوکی ہوتی تھی جہاں ایک سوار رہتا تھا۔ خطوط کا  
 تھیلا ان سواروں کے ہاتھ میں قدر جلد ممکن ہوتا تھا ملک کے اس سرے سے  
 اس سرے تک پہنچتا تھا۔

دفاتر کی مہربھی انھیں کی ایجاد ہے اس کی وجہ یہ ہوئی کہ انھوں نے  
 عمرو بن زبیر کو ایک لاکھ درہم کے عطیہ کا حکم لکھ دیا انھوں نے اس کو دو لاکھ  
 بنا کر خیرانہ سے وصول کر لیا۔ جب امیر معاویہ کے سامنے حساب پیش ہوا تو انھوں  
 نے کہا کہ میں نے تو صرف ایک لاکھ درہم دیئے تھے۔ چنانچہ عمرو کو طلب کر کے قید  
 کر دیا۔ اور ایک لاکھ درہم ان سے واپس لئے اس وقت سے قاعدہ مقرر کر دیا  
 کہ جو حکم دفتر سے برآمد ہو اس پر مہر لگائی جائے اور اس کی ایک نقل بھی رکھی جائے۔  
 ان کے عہد میں شام کا دفتر سریانی زبان میں تھا اور سرحدوں کی ہر دفتر تھا۔

**بیت معاویہ**

ان کی پہلی بیوی بیسون بنت سجدل تھیں۔ جن سے یزید پیدا ہوا۔ دوسری فاختہ بن قرظہ توفلی۔ ان کے شکم سے دبیٹے عبدالرحمن اور عبداللہ تھے۔ عبدالرحمن نے بچپن میں وفات پائی فاختہ کے انتقال کے بعد ان کی دوسری بہن کتوہ سے نکاح کیا۔ جنگ قرص میں یہ ساتھ تھیں۔ وہیں انتقال کر گئیں۔

**وفات**

امیر معاویہ جمادی الثانی میں بیمار ہوئے یزید اس وقت کسی مہم پر گیا ہوا تھا۔ جب بیماری بڑھ گئی اور زلیت کی امید کم رہ گئی تو صحاک بن قیس اور مسلم بن عقبہ کو یزید کے لئے وصیت نامہ لکھوایا جس کا خلاصہ یہ ہے۔

میں نے تیرے لئے تمام راستے ہموار کر دیئے اور عرب کو تابع فرمان اور دشمنوں کو مغلوب بنالیا۔ اہل حجاز کا خیال رکھنا کیونکہ وہی ہمارا گہوارہ ہے اور عراق والے اگر ہر روز فرمایش کریں کہ عامل کو نکال دے تو ان کی بات مان لینا۔ اس لئے کہ ایک عامل کا معزول کر دینا بسنت اس کے زیادہ آسان ہے کہ ایک لاکھ تلواریں تیرے خلاف میان سے نکل آئیں۔ اہل شام پر نظر رکھنا۔ یہ تیرے دفا دار اور مددگار ہیں دشمنوں کے مقابلہ میں انھیں سے کام لینا۔ اور جب ان کو کسی دوسری جگہ بھیجنا پڑے تو ہم سے فارغ ہونے کے بعد فوراً ان کو شام میں بلا لینا۔ ورنہ ان کے اخلاق بدل جانے کا اندیشہ ہے خلالت کے

معاملہ میں بجز چار شخصوں کے مجھے اور کسی کا خوف نہیں ہے کہ وہ تیرے  
مقابلہ میں آئے۔ عبد اللہ بن عمر - حسین بن علی - عبد اللہ بن زبیر،  
عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم، لیکن عبد اللہ بن عمر عبادت  
گزار اور دنیا سے بے زار ہیں جب سب لوگ معیت کر لیں گے تو وہ  
جماعت کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔ حسین بن علی سبک مزاج ہیں  
عراقی ضرور ان کو آسا کہ مقابلہ میں لائیں گے اگر ایسا ہوا اور تھکوا ان  
کے اوپر دسترس ہو جائے تو ان سے درگزر کرنا۔ کیونکہ وہ ہمارے  
قریبی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لوا سے ہیں ان کا ہمارے اوپر بہت  
بڑا حق ہے مگر جو شخص لومڑی کی طرح حکمے دے گا اور شیر کے مانند حملے  
کرے گا وہ عبد اللہ بن زبیر ہے اس پر قابو مل جائے تو اس کی بوٹی  
بوٹی کاٹ ڈالنا۔ دیکھو جہاں تک ہو سکے کوشش کرنا کہ امت کا خون  
نہ بہنے پادے۔

(عبد الرحمن بن ابو بکر معاویہ سے پہلے وفات پا گئے تھے)  
آخر اسی بیماری میں یکم جب ۳۸ھ مطابق ۱۰ اپریل ۶۴۸ء کو انھوں نے  
انتقال کیا۔ ضحاک بن قیس ہاشمیوں میں ان کا کفن لئے ہوئے نکلے۔ منبر پر کھڑے  
ہو کر اور لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ :-  
معاویہ عرب کے سالار۔ عرب کی طاقت اور عرب کے سرمایہ نازتھے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ سے امت کے سر سے فتنہ کو رفع کیا۔  
 ان کو فرماں روا بنا یا۔ اور ان کے ہاتھ پر فتوحات کیں آج وہ اس  
 دنیا سے گزر گئے یہ میرے ہاتھوں میں ان کا کفن ہے اسی میں لپیٹ  
 کروہ دفن کئے جائیں گے اب وہ ہیں اور ان کا عمل۔ وہ قول اللہ  
 کے حوالے۔

ضحاک نے ان کے جنازے کی نماز پڑھائی وہ دمشق میں مدفون ہوئے۔  
 یزید کئی دن کے بعد آیا اہل نے قبر پر جا کر نماز جنازہ ادا کی۔

## یزید اول

یزید کی ولادت ۳۶ھ میں ہوئی۔ جب کہ امیر معاویہ حضرت عثمان کی  
 طرف سے کل ملک شام کے والی ہو چکے تھے۔ اس کی والدہ کا نام میسون بنت  
 سجدل ہے۔

یزید کی تربیت امارت کے آنکوش میں ہوئی۔ شروع سے امیر معاویہ اس  
 کو فرمانروائی اور ملک کے طریقے سکھاتے تھے۔ دو بار امیر رجم مقرر کیا۔ ایک بار عساکر  
 فوج کا سر لشکر بنا کر رومیوں کے مقابلہ کے لئے بھیجا نیز قسطنطنیہ پر جو لشکر بھیجا گیا  
 تھا۔ اس میں بھی یہ شامل تھا۔ شعر گوئی میں مہارت رکھتا تھا۔

یزید کو شکار اور شکاری کتوں کا بہت شوق تھا اس بات پر لوگ اس کی

عیب گیری کرتے تھے۔

**خلافت** امیر معاویہ نے اپنی زندگی میں صوبہ جات کے امراء اور وفود سے مشورہ لیکر زبیر کی ولایت کی بیعت لے لی تھی لیکن مدینہ کے چند ممتاز رؤسا، امراء عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر، امام حسین اور عبداللہ بن عباس اس بیعت کے مخالف تھے۔ امیر معاویہ کے بعد جب زبیر خلیفہ ہوا تو اس نے سب سے پہلے اپنی توجہ انھیں لوگوں سے بیعت لینے کی طرف منعطف کی اور والی مدینہ ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کو لکھا کہ ان لوگوں کو اپنے یہاں طلب کر کے بغیر مہلت دینے ہوئے بیعت لے لو۔

ولید نے پہلے امام حسین کو بلایا ان کو زبیر کا خط دکھایا اور بیعت کی درخواست کی۔ انھوں نے امیر معاویہ کے انتقال کا حال معلوم کر کے اِنَّا لِلّٰہِ۔ پڑھی ان کے حق میں کلمات خیر کہے اور دعا کی۔ پھر فرمایا کہ مجھ جیسا آدمی مخفی طور پر بیعت نہیں کرے گا۔ تم جس وقت سب لوگوں کو بیعت کے لئے بلاؤ گے اور مجھے بھی طلب کر دے گے اس وقت دیکھا جائے گا۔ ولید من پسند تھے انھوں نے ان کی بات مان لی۔

عبداللہ بن زبیر یہ حال سن کر مدینہ سے مکہ کو روانہ ہو گئے اس کے بعد امام حسین بھی اپنے اہل و عیال کو ساتھ لے کر مکہ چلے۔ محمد بن حنفیہ نے ان کو بہت سمجھایا اور بازر کھنے کی کوشش کی لیکن وہ نہیں رُکے۔

عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس نے جب دیکھا کہ یزید کی خلافت  
پر اجماع عام ہو گیا تو ان لوگوں نے بیعت کر لی۔

**حادثہ کربلا**  
امام حسین جب مکہ میں آئے تو یہاں ان کے پاس لوگوں کا ازدحام  
رہتا تھا۔ عبداللہ بن زبیر خانہ کعبہ میں دن بھر طواف اور نمازیں  
مشغول رہتے تھے کبھی کبھی امام حسین کے پاس بھی جاتے تھے اور چورانے اور مشورہ  
ہوتا تھا۔ اس میں شریک ہوتے تھے۔

اہل کوفہ کو جب امیر معاویہ کے انتقال اور یزید کی خلافت کی خبر ملی تو  
وہ رئیس شیبہ سلیمان بن صرد کے گھر میں جمع ہوئے اور انہوں نے یہ طے کیا کہ  
یزید کی خلافت کو نہ تسلیم کریں۔ بلکہ امام حسین کو بلا کر اپنا امام بنائیں۔ چنانچہ ان  
کو خطوط بھیجنے شروع کئے۔ جب امام حسین کے پاس ان کی طلبی کے ڈیرا ہوسو خط پہنچ  
گئے تو انہوں نے جواب میں لکھا کہ :-

مہتارے مقصد سے میں آگاہ ہوا۔ اپنے بھائی مسلم بن عقیل کو جو  
میرے معتمد خاص ہیں مہتارے پاس بھیجتا ہوں تاکہ وہ مہتاری باتوں  
کو سنکر اور کیفیت کو دیکھکر صورت حال سے مجھ کو مطلع کریں۔  
اگر انہوں نے یہ لکھا کہ کوفہ کے رد سارا دہراہل الرائے میری امامت  
کے خواہاں ہیں تو میں آجاؤں گا۔ حقیقت یہ ہے کہ امام وہی ہے جو  
کتاب اللہ پر عمل کرے اور سنت پر قائم رہے۔

پھر مسلم بن عقیل کو کوفہ روانہ کیا۔ اور ہدایت کی کہ ایسے راستہ سے جاؤ کہ کسی کو علم نہ ہو سکے۔ وہاں پہنچ کر دیکھنا۔ اگر لوگ میری امامت پر متفق ہوں جیسا کہ انہوں نے ظاہر کیا ہے تو فوراً مجھ کو مطلع کرنا۔

مسلم جب کوفہ میں پہنچے تو شیعہ ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو ٹوٹ پڑے انہوں نے یہ حالت دیکھ کر امام حسین کو لکھا کہ یہاں کے سب لوگ آپ کی امامت کے خواہشمند ہیں آپ تشریف لائیے۔

لغمان بن بشیر اس زمانہ میں کوفہ کے والی تھے ان کو جب یہ اطلاع ہوئی کہ اہل کوفہ مسلم کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں تو انہوں نے جامع مسجد میں سب کو مخاطب کر کے کہا کہ:-

تم لوگ امت میں فتنہ اور تفرقہ پیدا کرنے کی کوشش نہ کرو۔

اس کا نتیجہ بربادی اور تباہی ہے جیسا کہ تم خود تجربہ کر چکے ہو۔

لغمان چونکہ عابد و زاہد اور عاقبت جو شخص تھے اس لئے انہوں نے کسی قسم کی سختی نہیں کی۔ اور کہا کہ جب تک لوگ لڑنے کے لئے نہیں لگیں گے میں خود پیش قدمی نہیں کروں گا۔

شیعہ بنی امیہ میں سے ایک شخص نے کہا کہ آپ کا یہ طرز عمل ٹھیک نہیں ہے

اس سے کمزوری کا اظہار ہوتا ہے۔ لغمان نے کہا کہ معصیت الہی میں اگر کمزور ہوں تو

کچھ حرج نہیں اطاعت میں قوی رہنا چاہیے۔

اس شخص نے یزید کو خط لکھا کہ کوفہ کی حالت یہ ہے کہ یہاں امام حسین کے بھائی مسلم بن عقیل آئے ہوئے ہیں۔ یہاں کے لوگ ان کے ہاتھ پر امام حسین کے لئے بیعت کر رہے ہیں۔ اگر کوفہ کو تم اپنے پاس رکھنا چاہتے ہو تو کسی دوسرے والی کو بھیجو جو اس فتنہ کا انسداد کر سکے۔ لغمان سے کچھ نہیں ہو سکے گا۔

یزید نے لغمان کو معزول کر کے عبداللہ بن زیاد کو بصرہ کے ساتھ کوفہ کا بھی والی کر دیا اور حکم دیا کہ فوراً وہاں پہنچ کر مسلم کو نکال دو یا قتل کر دو۔ ابن زیاد کوفہ میں آیا اور اعلان کیا کہ

میں فرمان برداروں پر مہربان ہوں اور فتنہ پردازوں کا دشمن۔  
ہر محلہ کے جو رئیس ہیں وہ اپنے اہل محلہ کے نام لکھ کر مجھ کو دیں۔ اور جو اجنبی یا خارجی یا مشکوک آدمی ملے اس کو میرے پاس لائیں۔ ہر شخص اپنے اپنے حلقہ کا ذمہ دار ہے۔ جس محلہ میں کوئی باغی ملے گا اس محلہ کے رئیس کو اسکے دروازے پہنسی دی جائے گی۔

مسلم کو جب ابن زیاد کے اس اعلان کی اطلاع ملی تو انہوں نے ہانی بن عردہ کے گھر میں پناہ لی۔ اس نے بادل نخواستہ منظور کیا ابن زیاد کو معلوم ہو گیا اس نے ہانی کو طلب کیا۔ اور کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تمہارے گھر میں اسلحہ جمع کئے جا رہے ہیں اور بغاوت کا سامان ہو رہا ہے تم خلیفہ کے دشمن ہو اور تم نے مسلم



کو پناہ دہی ہے۔ ان کو ہمارے حوالہ کرو۔ ہانی نے بدنامی کے ڈر سے ان کی حوالگی سے انکار کیا۔ ابن زیاد نے اس کو مارا اور قید کر دیا۔

مسلم کو جب اس کی خبر ملی تو منصور کا لغزہ لگایا اٹھارہ ہزار آدمیوں میں سے جو ان کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے چار ہزار اس وقت جمع ہو گئے اور پہنچ کر دار الامارۃ کا محاصرہ کیا۔ ابن زیاد کے پاس اس وقت کل تیس سپاہی اور چند روسا کو فہ اور بعض شرفار بنی امیہ تھے سب کی مجموعی تعداد پچاس سے بھی کم تھی ابن زیاد نے روسا کو فہ کو حکم دیا کہ تمہارے قبیلہ کے جو لوگ مسلم کے ساتھ ہو گئے ہیں ان کو جا کر سمجھاؤ کہ وہ اس سے باز آئیں۔ ان لوگوں نے اپنے ہم قوموں کو ڈرایا دھمکایا اور سمجھایا پھر امان کا جھنڈا کھڑا کیا۔ لوگ مسلم کا ساتھ چھوڑ چھوڑ کر الگ ہونے لگے یہاں تک کہ آخر میں ان کے پاس صرف تیس آدمی رہ گئے وہ حیران ہو کر ایک شخص کے گھر میں چھپ رہے۔ ابن زیاد کو پتہ لگ گیا اس نے محمد بن اشعث کو گرفتار کرنے کے لئے بھیجا۔ جب وہ گئے تو مسلم نے ان سے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ تم مجھے امان نہیں دے سکتے۔ لیکن اگر میرا ایک کام کرو گے تو بہت ہی بڑا احسان ہو گا۔ یعنی امام حسین کو میرے حال سے مطلع کر دینا اور لکھ دینا کہ وہ یہاں ہرگز نہ آئیں اور اگر روانہ ہو گئے ہوں تو راستہ سے واپس چلے جائیں کو فہ والے اعتماد کے قابل نہیں ہیں ان کے فریب میں آکر اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالیں۔ محمد نے کہا کہ میں اس فرمایش کی ضرورت سمجھتا ہوں۔

زیاد نے مسلم اور ان کے ساتھ ہانی کو قتل کر ڈالا۔

ادھر امام حسین کو مکہ میں جب مسلم کا خط ملا تو وہ کوفہ چلنے کے لئے تیار ہو گئے۔ خیر خواہوں نے ان کو منع کیا۔ سب سے پہلے عبدالرحمن بن حارث آئے انھوں نے یہ کہا کہ مشہور ہو رہا ہے کہ آپ عراق کو روانہ ہونے والے ہیں۔ میرے نزدیک آپ کا وہاں جانا خطرے سے خالی نہیں وہاں امیر عراق موجود ہے جس کے ہاتھ میں فوج اور خزانہ ہے اور آپ جانتے ہیں کہ لوگ روپے پیسے کے غلام ہوتے ہیں۔ کچھ عجب نہیں کہ جن لوگوں نے آپ کو بلا یا ہے وہی آپ سے لڑنے کے لئے آئیں۔ امام حسین نے ان کی خیر خواہی کا شکریہ ادا کر کے ان کو رخصت کیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس بھی پہنچے اور کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ کا ارادہ کوفہ جانے کا ہے۔ امام حسین نے کہا کہ ہاں! آج سے کل تک روانہ ہو جاؤں گا۔ انھوں نے کہا کہ میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا اہل کوفہ نے وہاں کے امیر کو نکال کر اپنا قبضہ کر لیا ہے اگر ایسا نہیں ہے تو جو لوگ آپ کو بلا رہے ہیں درحقیقت جنگ کے لئے بلا رہے ہیں۔ امرار اور عمال کے ہوتے ہوئے کوئی شخص ان میں سے آپ کا ساتھ دے نہیں سکتا۔ بلکہ مجھے تو یہ خطرہ ہے کہ وہی لوگ جو آپ کے طرفدار ہیں وعدہ خلائی اور بے وفائی کریں گے اور خود آپ کے مقابلہ میں لڑنے کے لئے آئیں گے۔ امام حسین نے فرمایا کہ میں اللہ سے استخارہ کروں گا۔

دوسرے دن پھر عبداللہ بن عباس گئے اور کہا کہ میں ہر چند اپنے  
دل کو سمجھتا ہوں لیکن کسی طرح بصر نہیں آتا۔ میں دیکھتا ہوں کہ جو ارادہ آپ نے  
کیا ہے اس میں کسی طرح آپ کی جان سلامت نہیں رہ سکتی۔ اہل عراق بہنا بیت  
بے دغا ہیں ان کے فریب میں نہ آئیے اور اگر آپ جانا ہی چاہتے ہیں تو پہلے ان لوگوں کو  
جنہوں نے آپ کو طلب کیا ہے لکھئے کہ کوفہ کے امیر کون کال دیں اور وہاں کی فوج  
کو اپنے قبضہ میں کر لیں۔ اس وقت جائیے۔ میں تو یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ بجائے  
عراق کے آپ یمن کی طرف تشریف لے جائیں وہاں آپ کے والد کے بہت سے  
شیعہ رہتے ہیں اور کثرت سے قلعے اور پہاڑ ہیں اور وہ ایک وسیع ملک ہے۔ ہر  
طرف اپنے مبلغ بھیجئے سرداروں سے مراسلت کیجئے۔ وہاں کامیابی کی زیادہ امید  
ہے۔ اور سب سے بہتر تو ہے کہ اہل حجاز آپ کو سردار مانتے ہیں۔ یہیں قیام کیجئے۔  
لیکن امام حسین نے ان کی کسی بات کو منظور نہ کیا۔ اور عراق کی روانگی پر مصر رہے  
ابن عباس نے کہا کہ میں آپ کے اونٹ کے آگے اس سفر سے روکنے کے لئے تلیٹ  
جاتا۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ آپ پھر بھی نہیں مائیں گے۔ کم سے کم اتنا تو کیجئے کہ اہل  
عیال کو ساتھ نہ لیجائیے۔ مجھے ڈر ہے کہ جس طرح حضرت عثمان اپنے بچوں کے سامنے  
قتل کئے گئے اسی طرح کہیں آپ کا بھی حال نہ ہو۔ امام حسین نے ان کے کسی مشورہ  
کو قبول نہ فرمایا اور معاہل و عیسال کے کوفہ کو روانہ ہو گئے۔

لاستہ میں عربی کے مشہور شاعر فرزوق سے ملاقات ہوئی وہ کوفہ سے

آ رہا تھا۔ اس سے وہاں کی کیفیت پوچھی اس نے کہا کہ اہل کوفہ کے دل آپ کی طرف ہیں لیکن ان کی تلواریں بنو امیہ کے ساتھ ہیں۔

جب اور آگے بڑھے تو مدینہ سے عبد اللہ بن جعفر کا قاصد دوڑتا ہوا پہنچا اور ان کا خط دیا۔ انہوں نے لکھا تھا کہ آپ کو اللہ کی قسم دلاتا ہوں کہ پلٹ آئیے اسی کے ساتھ والی مدینہ کا خط بھی منسلک تھا کہ آپ مدینہ میں آکر رہیں آپ کو امان ہے لیکن امام حسین نے واپسی سے انکار کیا۔

چند منزلوں کے بعد عبد اللہ بن مطیع ملے جو عراق سے مکہ کو آ رہے تھے انہوں نے بھی کہا کہ میں آپ کو اللہ کا واسطہ دلاتا ہوں کہ واپس چلئے اور عراقیوں کے فریب میں نہ آئیے۔ بنی امیہ سے اگر آپ خلافت لینے کی کوشش کریں گے تو وہ یقیناً آپ کو قتل کر ڈالیں گے۔ اور پھر کسی ہاشمی کسی عرب اور کسی مسلمان کے قتل میں ان کو باک نہ ہوگا لہذا آپ خود اپنے کو ہلاکت میں ڈال کر قریش کی حرمت، عرب کی حرمت، اور اسلام کی حرمت نہ مٹائیے مگر امام حسین نے ان کی بات نہیں سنی۔

مقام ثعلبہ میں پہنچ کر محمد بن اشعث کی تحریر اور مسلم بن عقیل کے قتل کی خبر ملی اس وقت ان کے بعض ہمراہیوں نے کہا کہ اب جانا لا حال ہے۔ کیونکہ اب کوفہ میں کوئی حامی اور مددگار ہم کو نہیں مل سکتا۔ بلکہ یہ خوف ہے کہ جو وقت مسلم پر آیا وہی ہم پر بھی نہ آئے۔ یہ سن کر بنی عقیل بگڑ کر بولے کہ ہم ہرگز منت نہیں موڑ سکتے یا تو مسلم کا عوض لیں گے یا ابھیس کی طرح جان دیدیں گے

اس لئے یہ قافلہ آگے بڑھا۔ غیر قبائل کے لوگ رفتہ رفتہ ساتھ چھوڑتے چلے گئے۔ صرف خاص کنبہ کے لوگ جو جاں نثار تھے رہ گئے۔

مقام شراف سے نکل کر ایک ہزار سوار جن کا سردار حرب بن یزید مثنی تھا سامنے آئے۔ امام حسین نے ان سے کہا کہ میں اس وقت تمہاری طرف آیا جب تم لوگوں نے خود مجھ کو بلایا۔ اور لکھا کہ ہمارا کوئی امام نہیں ہے لہذا اگر اسی بات پر قائم ہو جو مجھے لکھی تھی تو میں تمہارے شہر میں داخل ہوں ورنہ جہاں سے آیا ہوں پھر وہاں واپس چلا جاؤں ان لوگوں نے جواب نہیں دیا۔ حُر نے کہا کہ ہم کو یہ حکم ملے ہے کہ آپ کے ساتھ ساتھ رہیں اور کوفہ میں ابن زیاد کے سامنے لے چلیں۔ امام حسین نے کہا کہ اس سے تو مر جانا بہتر ہے۔ پھر اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ سوار ہو کر واپس چلیں۔ لیکن حُر نے روکا اور جانے نہیں دیا۔ امام حسین شمال کی طرف چلے اور جب مقام نینوا میں پہنچے تو دوسرا لشکر ملا۔ جس کو عمرو بن سعد کی ماتحتی میں ابن زیاد نے امام حسین کے مقابلہ کے لئے بھیجا تھا۔

ابن سعد نے قاصد بھیج کر امام حسین سے دریافت کیا کہ آپ کس غرض سے یہاں آئے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ خود اہل کوفہ نے بار بار خط لکھ کر مجھ کو بلوایا ہے۔ اس لئے میں یہاں آیا۔ اب اگر میرے آنے کو لوگ پسند نہیں کرتے تو واپس چلا جاؤں گا۔ ابن سعد نے یہ کیفیت ابن زیاد کو لکھی بھی اس نے کہا کہ اب ہمارے پنج میں آجانے کے بعد رہائی ناممکن ہے۔

امام حسین یہ کہتے تھے کہ جہاں سے ہم آئے ہیں وہاں واپس چلے گئے دو  
یا کسی سرحد کی طرف نکل جانے دو۔ لیکن ابن زیاد نے لکھا کہ سوائے میرے حکم  
کی تعمیل کے اور کوئی صورت نہیں۔ امام حسین اس کو کب گوارا کر سکتے تھے۔

آخر ۱۰ محرم ۶۱ھ کو کربلا کے میدان میں جنگ ہوئی ایک طرف  
امام حسین کے ۸۰ ہمراہیوں کی مختصر جماعت تھی دوسری طرف عراقی فوج تھی۔  
جس میں ایک شخص بھی شام کا نہ تھا۔ بہت تھوڑے عرصہ میں لڑائی کا فیصلہ  
ہو گیا۔ امام حسین اور ان کے ۱۱ ہمراہی مقتول ہوئے اور ابن سعد کے ۸۸  
آدمی مارے گئے۔

اہل عراق امام حسین کے سر اور ان کے حرم کو معہ علی بن حسین کے جو  
مریض تھے ابن زیاد کے سامنے لائے اس نے ان کو شمر وغیرہ چند عراقی رؤسار  
کے ساتھ دمشق کو روانہ کیا۔

جب یزید کے پاس پہنچے تو اس کو یہ کیفیت دیکھ کر بہت رنج ہوا آنکھوں  
میں آنسو بھر آئے اور عراقیوں سے کہا کہ یہ تم نے کیا کیا۔ میں تمہاری اطاعت سے  
بلا حسین کے قتل کئے ہوئے بھی راضی تھا۔ ابن زیاد پر اللہ کی لعنت! میں  
اگر اس کے بجائے ہوتا تو درگزر سے کام لیتا۔

وہ پھر اپنے درباریوں کی طرف مخاطب ہوا اور کہا کہ تم جانتے ہو کہ حسین  
رضی اللہ عنہ کیوں اس حال کو پہنچے۔ یہ کہتے تھے کہ میرا باپ یزید کے باپ سے

بہتر۔ میری ماں یزید کے ماں سے بہتر۔ میرے جد یزید کے جد سے بہتر اور میں  
خود یزید سے بہتر۔ اور خلافت کا زیادہ حق دار ہوں۔

سو میرے اور ان کے باپ میں محاکمہ ہوا تھا اور دنیا جانتی ہے کہ کیا فیصلہ  
ہوا۔ باقی رہیں ان کی والدہ وہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں امت  
میں کون سی عورت ہے جو ان کے درجہ کی ہو سکتی ہے اور ان کے جد خود رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم تھے جنکو ہر ایک مسلم تمام انبیاء سے افضل سمجھتا ہے۔ لیکن  
جو کچھ ہوا وہ ان کے اس تفقہ کی وجہ سے ہوا جس کے باپ دادا بہتر ہوں وہی  
خلیفہ ہو۔ انھوں نے قرآن کی اس آیت کا خیال نہ کیا کہ :-

اللہم مالک المملک توفی المملک من تشاء۔

اے اللہ تو ہی ملک کا مالک ہے جس کو تو چاہتا ہے سلطنت دیتا ہے۔

اس کے بعد اہل بیت کا یہ لٹا ہوا اور مصیبت زدہ قافلہ یزید کے محل  
میں اتارا گیا اس کے گھر کی عورتیں ان کے پاس جمع ہوئیں بہت روئیں اور تین  
دن تک ماتم کرتی رہیں۔ چند دنوں کے بعد یزید نے ان کو ہر طرح کا ساز و سامان  
دیکر مدینہ رخصت کیا۔ جو کچھ ان کا مالی نقصان ہوا تھا اس سے دگنا دیا اور  
چلتے وقت علی بن حسین سے کہا کہ جو تخم کو ضرورت پیش آئے براہ راست مجھ  
کو لکھنا میں پوری کروں گا۔

اس دردناک طریقے سے اس واقعہ کا خاتمہ ہوا۔

اصیلت یہ ہے کہ اہل عراق بھروسہ کے قابل نہ تھے خود حضرت علی رضی اللہ عنہ جنہوں نے مدینہ کو چھوڑ کر کوفہ کو اپنا دار الخلافہ بنایا تھا۔ آخر میں ان کی مافراہیوں سے تنگ آگئے تھے اور دعا کرتے تھے کہ یا اللہ مجھے ان سے نجات دے۔ خواہ بندر لعیہ موت کے ہو یا قتل کے۔ اسی طرح امام حسن کے ہاتھ پر ان لوگوں نے خلافت کی بیعت کی تھی۔ جب شامی فوجوں سے مقابلہ ہوا تو پہلے ہی حملہ میں ان کا ساتھ چھوڑ کر بھاگے جس کی وجہ سے آخر ان کو صلح کرنی پڑی۔

امام حسین بھی ابھیس کے اعتبار پر مکہ سے کوفہ آئے اور جب قریب آکر ان کو معلوم ہوا کہ ان کے تمام وعدے جھوٹے تھے تو واپسی کا ارادہ کیا لیکن جفاکار ابن زیاد نے ان کو یزید کی بیعت پر مجبور کیا جس کو انھوں نے گوارا نہ کیا اس لئے ناچار لڑنا پڑا۔ اور بہادری کے ساتھ لڑ کر جان دے دی۔

عقلدار قریش عبداللہ بن عباس وغیرہ جو اہل کوفہ کی عادت اور طبیعت سے واقف تھے اس نتیجہ کو پہلے ہی سے خوب سمجھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ انھوں نے جس قدر ان سے ہو سکا امام موصوف کو روکنے کی کوشش کی تھی۔

یزید نے خلیفہ ہونے کے بعد اہل مدینہ کی تعظیم و تکریم کا بہت لحاظ رکھا۔ ان کو بڑے بڑے عطیے بخشے۔ اور ان کے

### واقعہ سترہ

ساتھ مراعات کی لیکن وہاں کے لوگ عبداللہ بن زبیر کے چہنوں نے مکہ میں خلافت کی بیعت لینی شروع کی تھی طرفدار ہو گئے۔ عبداللہ بن حنظلہ کو اپنا سردار بنایا اور



یزید کی بیعت کو فسخ کر کے علانیہ مخالفت کے لئے آمادہ ہوئے۔

یزید نے جس وقت یہ حال سنا۔ لغمان بن بشر کو بھیجا کہ جا کر اپنی قوم کو  
 سمجھاؤ انہوں نے ازراہ خیر خواہی اہل مدینہ کو بہت سمجھایا اور کہا کہ تم لوگ  
 فتنہ اور تفرقہ ڈالنے کی کوشش نہ کرو اور امت کا ساتھ چھوڑ کر اپنے دین اور دنیا  
 کو نہ بگاڑو۔ اہل شام کے مقابلہ کرنے کی تم میں طاقت بھی نہیں ہے پھر تم کس  
 بھروسہ پر بغاوت کر رہے ہو۔ لیکن ان کی نصیحت مطلق کارگر نہ ہوئی آخر وہ  
 واپس چلے گئے

ادھر مدینہ والوں نے بنی امیہ کے ان لوگوں پر جو وہاں تھے حملہ کیا۔  
 وہ مروان کے گھر میں مجتمع ہو گئے انہوں نے اس کا محاصرہ کیا۔ بنی امیہ نے  
 قاصد دوڑا کر یزید سے درخواست کی اس نے بارہ ہزار فوج مسلم بن عقبہ کی  
 ماتحتی میں مدینہ کی طرف بھیجی اور ہدایت کی کہ تین بار اہل مدینہ کو سمجھانا کہ وہ سرکشی  
 سے باز رہیں۔ جو اس پر بھی نہ مانتے تو ان سے لڑنا۔ اور تین دن تک قتل و غارت  
 کرنا۔ لیکن دیکھنا علی بن حسین کو کوئی اذیت نہ پہنچے ان کے ساتھ بھلائی سے پیش  
 آنا۔ کہونکہ ان کا خط میرے پاس آیا ہے کہ وہ مدینہ والوں کے ساتھ اس شورش  
 میں شریک نہیں ہیں۔

مسلم کی آمد کی خبر سن کر اہل مدینہ نے بنی امیہ کا محاصرہ اٹھالیا۔ اور اس شرط  
 پر ان کو چھوڑا کہ وہ مسلم کے ساتھ شریک ہوں نہ اس کو یہاں کی اندوہی حالت سے

مطلع کریں۔

جب یہ لوگ نکل کر وادی القرار میں پہنچے تو مسلم سے ملاقات ہوئی اس نے حضرت عثمان کے بیٹے عمرو سے مدینہ کی حالت دریافت کی انہوں نے کہا کہ میں عہد کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا۔ اور کچھ نہیں تباہ سکتا۔ مسلم نے کہا کہ تمہارے باپ کا خیال کرتا ہوں وہ نہ گردن اڑا دیتا۔

اس کے بعد عبدالملک بن مروان سے پوچھا اس نے مدینہ کی مفصل کیفیت مسلم کو بتائی اور مشورہ دیا کہ آج ذی نحلہ میں قیام کرو۔ صبح کو دائیں سمت سے مدینہ سے آگے بڑھ جانا۔ پھر مقام حرہ سے مغرب رو ہو کر مدینہ کی طرف پلٹنا اس طرح پر سورج اہل مدینہ کے سامنے پڑے گا اور تمہارے پیچھے جس کی وجہ سے تمہارے اسلحہ کی چمک ان کی آنکھوں کو خیرہ اور ان کے دلوں کو مرعوب کر دے گی۔

مسلم نے اسی کے مطابق عمل کیا۔ اور مدینہ کے متصل پہنچ کر وہاں کے رؤساء کو بلایا اور کہا کہ امیر المؤمنین نے فرمایا ہے کہ اہل مدینہ امت کی اصل بنیاد ہیں مجھے ان کی خونریزی سخت ناگوار ہے۔ لہذا تین دن کی مہلت دی جاتی ہے اس میں جو لوگ ہرکشی سے باز آجائیں گے ان سے کچھ تعرض نہیں کیا جائے گا اور جو باز نہ آئیں گے وہ پھر مجھ کو معذور سمجھیں۔

اہل مدینہ نے اس کی کچھ پروا نہ کی۔ اس لئے تین دن کے بعد لڑائی ہوئی

وران کو شکست نصیب ہوئی۔ بہت سے روساں و اشرف مدینہ مارے گئے۔  
 ورتین دن تک وہاں قتل عام رہا۔ اس کے بعد مسلم نے اعلان کیا کہ لوگ آکر بیعت  
 کر لیں جو انکار کرے گا وہ قتل کیا جائے گا۔ سب لوگوں نے آکر بیعت کی۔  
 یزید کی ہدایت کے مطابق علی بن حسین کے ساتھ مسلم نے نہایت  
 ہر بانی کا برتاؤ کیا ان سے بیعت کے بارے میں کچھ بھی نہیں کہا۔

یہ واقعہ آخر ذی الحجہ ۶۳ھ میں ہوا۔

یہ دیکھ کر سخت حیرت ہوتی ہے کہ اہل مدینہ جن میں نہ مقابلہ کی طاقت تھی۔  
 نہ دوسرے صوبوں کے لوگ ان کے شریک حال تھے۔ فتح بیعت کی عجیب و  
 غریب جبارت کس طرح کر بیٹھے اس لئے مدینہ کی ہتک حرمت کی بہت کچھ ذمہ داری  
 خود اہل مدینہ پر عائد ہوتی ہے۔ اسی کے ساتھ مسلم نے بھی جو طریقہ اختیار کیا  
 وہ دانشمندی سے بعید تھا وہ اگر صرف محاصرہ پر اکتفا کرتا اور مدینہ کے پانی کو  
 بند کر دیتا تو وہاں کے لوگ مجبور ہو کر اس کی  
 بات مان لیتے اور حرم رسول اللہ خونریزی سے محفوظ رہتا۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اہل مدینہ کے خود جنگ میں عجلت کی بہاں تک کہ  
 اپنی حفاظت کیلئے جو خندق انہوں نے کھودی تھی اس کو بھی چھوڑ کر آگے بڑھ  
 گئے اور لڑنا شروع کر دیا۔ لیکن پھر بھی یہ الزام مسلم پر رہ جاتا ہے کہ فتح کرنے کے  
 بعد قتل عام کرنے کے کیا معنی اور شامی مسلمانوں کی غیرت نے کیونکر گوارا کیا

کہ مدینہ میں بلا ضرورت خونریزی اور غارت گری کریں۔

حقیقت یہ ہے کہ سردوں میں جب شورش کا جنوں سما جائے اور  
فتنہ کے سودا کا ہیجان ہوتا ہے۔ اس وقت عاقبت اندیشی باقی نہیں رہتی  
نعود باللہ منہا۔

مدینہ کی مہم سے فارغ ہو کر مسلم نے عبداللہ بن زبیر کے  
مقابلہ کے لئے مکہ کی طرف کوچ کیا کیونکہ انہوں نے اہل حجاز

### محاصرہ مکہ

سے بیعت لیکر اپنی خلافت کا علم بلند کیا تھا۔ راستہ میں مسلم نے وفات پائی  
اور اس کے بجائے حصین بن یزید کی ہدایت کے مطابق سر لشکر ہوا ۲۶۱ محرم  
کو یہ لشکر مدینہ پہنچا۔ ابن زبیر مقابلہ کے لئے نکلے لیکن شکست کھائی اور مکہ میں  
آگئے۔ شامیوں نے محاصرہ کیا اور متجنبن سے شہر پر پتھر پھینکے اسی دوران میں خبر  
آگئی کہ یزید نے وفات پائی شامیوں نے محاصرہ اٹھالیا اور لڑائی ختم ہو گئی۔

یہ تین واقعات ہیں جن کی وجہ سے یزید کا نام امت میں بدنام ہو گیا۔  
یہاں تک کہ بعض لوگوں نے اس پر لعنت کرنا بھی روار کھلے ہے۔

لیکن ان واقعات میں یزید کے لئے صرف دو صورتیں تھیں۔ ایک تو  
یہ کہ وہ مخالفین کے لئے خلافت سے دست بردار ہو جاتا۔ دوسری یہ کہ ان کا  
مقابلہ کرتا۔ ظاہر ہے کہ بالعموم امت نے اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی اس لئے  
آسان نہ تھا کہ وہ امام حسن کی طرح ایشیا نغسی سے کام لیکر سریر خلافت سے اٹھ

اے اس نے دوسری صورت اختیار کی۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اس کے  
 بارے میں دانش مندی اور ہمدردی کے ساتھ ان عقیدوں کو حل نہیں کیا بلکہ  
 اس میں غیر ضروری اور ناجائز سختی سے کام لیا۔ اس لئے ان واقعات کو مفصل  
 لکھنے کے بعد یہ انصاف کے خلاف معلوم ہوتا ہے کہ اکیلا یزید ہی ان کا  
 ہرم قرار دیا جائے۔

یزید نے عقبہ بن نافع کو دوبارہ افریقہ کا سپہ سالار مقرر  
 کیا اور جو وعدہ امیر معاویہ کر گئے تھے اس کو پورا کیا عقبہ نے  
 مردان پہنچ کر اپنے ابوالمہاجر کو زنجیروں میں مقید کیا اور ایک عظیم الشان لشکر لیکر  
 قمام باغیہ کی طرف بڑھے جہاں رومیوں کا اجتماع تھا۔ سخت لڑائی کے بعد  
 رومیوں نے شکست کھائی۔ اور چھپے ہٹ کر شہر میں داخل ہو گئے۔ عقبہ نے محاصرہ  
 غیر ضروری سمجھ کر بلا دزاب کی طرف چڑھائی کی اور وہاں کے سب سے  
 شہر آزیہ کو رومیوں کے ہاتھ سے چھین لیا آگے بڑھ کر تباہرت پر پھر مقابلہ  
 کیا۔ رومیوں نے بربر کو اپنا شریک بنا لیا تھا۔ غنیمت کی کثرت تواد سے مسلمانوں  
 پر ہی مشکل پیش آئی لیکن صبر اور کوشش سے اللہ نے ان کو کامیاب کیا رومی اور  
 ہر دونوں نے شکست کھائی اور بے شمار اسلحہ اور اموال غنیمت ہاتھ آئے۔

مسلمان پھر طنجہ کی طرف بڑھے۔ وہاں ایک رومی رئیس بلیان تھا۔  
 اس نے تحائف پیش کئے اور صلح کر لی۔ اس کے بعد طنجہ کے مغرب میں سوسا دنی

کو فتح کیا۔ پھر سوں اقصیٰ کی طرف پیش قدمی کی۔ وہاں روم اور بربر کی متحدہ  
جمیعت سے مقابلہ ہوا۔ سب کو شکست دیتے ہوئے بحر ظلمات تک پہنچ گئے۔  
عقبہ نے اپنا گھوڑا پانی میں ڈال دیا اور کہا کہ۔

یا اللہ! اگر سمندر حائل نہ ہو جاتا تو جہاں تک زمین ملتی ہے

تیری ماہ میں جہاد کرتا ہوا چلا جاتا۔

اب قیروان کو واپس ہوئے چونکہ سارا ملک فتح ہو چکا تھا اس لئے زیادہ  
خطرہ نہ تھا۔ فوجوں کے دستے الگ الگ روانہ ہوئے۔ عقبہ کے ساتھ تھوڑی سی  
فوج رہ گئی راستے میں مقام تھوڑا میں رومیوں نے اس قلیل جماعت کو دیکھ  
کر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ ایک بربری سردار کسیلہ جو ابوالمہاجر کے ہاتھ پر اسلام  
لا یا تھا عقبہ کے ساتھ تھا لیکن عقبہ کے ابوالمہاجر پر جو سختیاں کی تھیں ان کی  
وجہ سے وہ دل میں ان کا سخت دشمن تھا۔ یہاں تک کہ خود ابوالمہاجر نے عقبہ  
سے پار باز تاکید کی تھی کہ مجھے جو کچھ خوف ہے کسیلہ سے ہے تم اس سے غافل  
نہ رہنا لیکن عقبہ نے خیال نہیں رکھا۔

اس موقع پر کسیلہ بھی رومیوں کے ساتھ جا کر مل گیا۔ اور پھر اپنے ہم قوموں  
کی ایک کثیر جماعت فراہم کر کے مسلمانوں پر حملہ کیا۔ عقبہ کے ساتھ جس قدر فوج  
تھی۔ اس میں سے کوئی نہ بچ سکا۔ کسیلہ اپنی جماعت لئے ہوئے قیروان کی طرف  
بڑھا۔ وہاں عقبہ نے قیس بن زہیر کو اپنا نائب بنا کر چھوڑا تھا اس نے مقابلہ

کرنا چاہا۔ لیکن فوج کمزور تھی۔ لڑنے پر راضی نہیں ہوئی اس لئے مجبوراً مسلمان  
بھاگ کر یرقہ میں چلے آئے۔ کسبہ نے قیروان پر قبضہ کیا وہاں مسلمانوں کے  
اہل و عیال جو رہ گئے تھے ان کو امان دی۔

یزید کا پہلا نکاح ام ہاشم بنت عقیبہ بن ربیعہ کے ساتھ

**ازواج و اولاد**

ہوا تھا اس سے دو بیٹے پیدا ہوئے معاویہ اور خالد اور

اس کے دوسرے نکاح عبداللہ بن عامر کی بیٹی ام کلثوم کے ساتھ کیا اس کے شکم سے

عبداللہ پیدا ہوا۔ جو شام عرب میں تیرا نڈازی میں فرو تھا۔ تیز امہیات اولاد سے

یہی یزید کے کئی بیٹے تھے۔ عبداللہ، اصغر، عمر، ابو بکر، عقیبہ، حرب اور عبدالرحمن۔

۱۴ ربیع الاول ۶۴ھ مطابق ۱۰ نومبر ۶۸۳ء کو یزید نے سرزمین

**وفات**

شام کے شہر حوران میں وفات پائی اس کا سن ۳۹ سال کا تھا۔

مدت خلافت ۳ سال ۸ مہینے ۱۳ دن رہی۔

# معاویہ ثانی مہران بن حکم

## عبداللہ بن زبیر

یزید کی وفات کے بعد دو بیعتیں ہوئیں۔ ایک شام میں معاویہ بن یزید

کی خلافت کے لئے دوسری حجاز میں عبداللہ بن زبیر کے لئے۔

معاویہ کا سن ۲۱ سال کا تھا۔ جب لوگوں نے بیعت کی۔ تو اس نے سب کو مخاطب کر کے کہا کہ:-

تم لوگوں نے مجھ کو خلیفہ بنایا۔ لیکن میں اپنے اندر اس کے فرائض ادا کرنے کی قوت نہیں پاتا۔ میں نے نظر دوڑائی کہ امت میں کوئی شخص حضرت عمر جیسا ملے تو امارت کو اس کے سپرد کروں لیکن نہیں ملا۔ پھر جاہا کہ حضرت عمر کی طرح چند بہترین افراد کو نامزد کر دوں کہ وہ اپنے میں سے کسی کو خلیفہ بنالیں۔ مگر ایسے لوگ بھی مجھ کو نہ مل سکے۔ اس لئے تم لوگ خود جس کو چاہو منتخب کر لو۔ مجھے اس سے کچھ سرد کار نہیں۔

اس کے بعد وہ اپنے گھر چلا گیا۔ اور تین مہینے کے بعد جب وفات پائی تو اس کا جنازہ نکلا۔ اس فوجوان کی خیر خواہی۔ نیک نیتی اور دنیا سے بے نیاز امت میں نہایت پسندیدہ نظروں سے دیکھی گئی۔

ادھر حجاج بن یوسف بن زبیر کی یہ حالت ہوئی کہ یزید کی وفات کے بعد حصیب بن یزید نے محاصرہ اٹھالیا تو جا کر ان سے ملا اور کہا کہ اب میرے نزدیک آپ سے زیادہ کوئی شخص خلافت کا مستحق نہیں ہے۔ میں بیعت کرنے کے لئے تیار ہوں آپ شام کی طرف چلیں میرے ساتھ جو فوج ہے اس میں وہاں کے اکثر سردار و شرفاء ہیں اس لئے مجھے یقین ہے کہ کل اہل شام بلا اختلاف آپ کے ہاتھ



پر بیعت کر لیں گے۔ لیکن جو لوگ آپ کے مقابلہ پر لڑے ہیں ان کو امن عام  
دیدہ کیجئے۔ تاکہ ان کے دل آپ کی طرف سے مطمئن ہو جائیں۔

یہ باتیں حصین نے ان سے آہستہ سے کہی تھیں لیکن وہ بگڑ کر جوش  
کے ساتھ بلند آواز سے بولے کہ میں معافی کبھی نہیں دوں گا۔ اور قسم کھا کے کہتا  
ہوں کہ اپنے ایک ایک مقتول کے بدلے میں دس دس شامیوں کو قتل کروں گا۔  
حصین نے کہا کہ میرا گمان یہ تھا کہ آپ عقل ورٹے رکھتے ہیں لیکن افسوس  
ہے کہ وہ غلط نکلا۔ میں آپ کو خلافت دے رہا ہوں اور آپ قتل و خونریزی پر  
تلے ہوئے ہیں۔ میں آہستہ کہتا ہوں اور آپ بلند آواز سے بولتے ہیں اس کے  
بعد وہ اپنی فوج کو لیکر واپس چلا گیا۔

بصرہ میں جب یزید کے مرنے کی خبر پہنچی تو عبداللہ بن زیاد نے وہاں کے  
لوگوں کو جمع کیا اور کہا کہ:-

اہل بصرہ! میرا مولد و منشا یہی شہر ہے اسی مقام کے والی میرے

باپ تھے۔ امدان کے بعد پھر میں ہوا۔ جس وقت اس صوبہ کی حکومت

میں لے اپنے ہاتھ میں لی تھی اس وقت فوج کے دفتر میں کل ۵ ہزار

انام تھے لیکن اب ان کی تعداد ایک لاکھ ہے اور اس وقت صرف

۹۰ ہزار اشخاص کو وظائف ملتے تھے آج ایک لاکھ چالیس ہزار انداز

تقسیم ہوتے ہیں۔ جو لوگ مفسد اور امن میں خلل انداز تھے وہ سب

تمہد خالوں میں ہیں۔ میں نے تمام خطرات متبادیے جس سے امن  
عام ہو گیا۔ اور قاہمیت اور خوشحالی بہت ترقی کر گئی اب ایسا کوئی  
دشمن باقی نہیں رہا جس سے تم کو کوئی اندیشہ ہو۔

یزید اس دنیا سے گزر گیا اور اہل شام نے ابھی تک کسی کو خلیفہ  
نہیں بنایا۔ آج تمام اسلامی صوبوں میں بلحاظ قوت اور تعداد کے  
عراق ممتاز ہے۔ تم لوگ جس کو خلیفہ بناؤ سب سے پہلے میں اس کے  
ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے تیار ہوں پھر اگر اہل شام کے کسی کو منتخب  
کر لیا تو تم کو اختیار ہو گا چاہے ان کے ساتھ شامل ہو جاؤ یا اپنی  
خلافت جدا گانہ قائم رکھو۔ کیونکہ تم دوسرے صوبوں سے مستغنی  
ہو اور وہ تمہارے محتاج ہیں۔

اہل عراق نے کہا کہ تم سے زیادہ خلافت کے لئے ہم کسی کو موزوں نہیں  
سمجھتے۔ تم اپنے لئے ہم سے بیعت لو تو ابن زیاد نے انکار کیا لیکن انہوں  
اصرار کیا آخر تین انکار کے بعد اس نے ہاتھ بڑھایا۔ عراقی بیعت کرتے تھے مگر وہ  
سے لکل کر اپنے اپنے ہاتھوں کو دیو امروں پر رگڑ کر صاف کرتے تھے اور کہتے تھے کہ  
ابن زیاد یہ سمجھتا ہے کہ ہم اتحاد اور تفرقہ بہر حال میں اس کے تابع دار رہیں گے۔  
اہل بصرہ سے بیعت لینے کے بعد اس نے کوثرہ والوں سے خواہش کی لیکر  
انہوں سے انکار کر دیا یہ سن کر بصرہ والوں نے بھی اس کی بیعت فصیح کر دی اس

توفت زدہ ہو کر حارث بن قیس اور پھر مسعود بن عمرو سالارا زد کے پاس پہنچا۔  
اس کے بعد ملک شام کی طرف چلا گیا۔

اہل بصرہ نے باہمی مشورہ سے عبداللہ بن حارث کو اور... . اسی

مرح اہل کو فہ نے بھی ایک شخص کو اپنا والی بنا لیا۔ پھر دونوں مقامات کے باشندوں

نے اپنے اپنے دعوے بھیج کر عبداللہ بن زبیر کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کی خلافت

کو تسلیم کر لیا۔ اہل مصر نے بھی انھیں کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اب سوائے اہل شام

کے جملہ عالم اسلامی ان کی خلافت پر متفق ہو گیا۔

دمشق کے امیر صخاک بن قیس حمص کے نعمان بن بشیر اور قنسریں

اہل شام کے زفر بن حارث تینوں ابن زبیر کے حامی تھے۔ اور ان کی خلافت

کے لئے بیعت لیتے تھے صرف فلسطین کا والی حسان بن مالک بنی امیہ کا طرفدار تھا۔

اسی کے پاس بنی امیہ مجتمع ہوئے۔ ان میں سب سے بہتر مردان بن حکم تھے انھیں

کے ہاتھ پر ذی قعدہ ۶۵ھ میں سب نے بیعت کی۔ قبیلہ عنسان، کلب اور

سکاسک وغیرہ سب اس بیعت میں شریک ہوئے اس کا حال سنکر صخاک بن قیس

نے دمشق سے فلسطین پر فوج کشی کی۔ محرم ۶۵ھ میں مرزح راہط میں زلفیقین

کا مقابلہ ہوا۔ بیس دن تک میدان کا زرار گرم رہا۔ سخت کشت و خون کے بعد آخر

یس بنی امیہ غالب آئے اور صخاک مارے گئے۔ نعمان بن بشیر بھی حمص چھوڑ کر بھاگے

لیکن وہاں کے لوگوں نے تعاقب کر کے ان کو قتل کر ڈالا۔ زفر بن حارث قنسریں

قرقیسا میں جا کر قلعہ گیر ہو گئے۔ نبی امیہ کے اس کا محاصرہ کیا۔ لیکن وہ اپنی جان بچا کر وہاں سے نکل آئے اب سارا ملک شام مروان کے قبضہ میں آ گیا اہل مصر نے بھی ان کی خلافت تسلیم کر لی۔ لیکن مروان کا زمانہ بہت کم رہا اور رمضان ۶۶۵ء میں وہ انتقال کر گئے۔

مروان کی ولادت ۲۰ھ میں ہوئی تھی۔ سلسلہ نسب یہ ہے مروان

**مروان** بن الحکم بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد منات۔ ان کی والدہ آمنہ بنت علقمہ بن صفوان تھیں۔

حضرت عثمان کے عہد میں ان کے کاتب اور میسر رہے اور امیر معاویہ کے عہد میں کئی بار مدینہ کے والی مقرر ہوئے یزید کی وفات کے بعد نبی امیہ کے ہاتھ سے خلافت تقریباً نکل چکی تھی۔ عبید اللہ بن زیاد نے ان کو بیعت لینے کا مشورہ دیا۔ اس کے ہمت دلانے سے تیار ہو گئے۔ اور بالآخر مزح راہط کی فتح کے بعد شام اور مصر و صوبوں میں ان کی خلافت قائم ہو گئی۔

## عبدالملک بن مروان

مروان نے اپنی وفات سے پہلے اپنے بیٹے عبدالملک کو ولی عہد مقرر کیا تھا ان کے بعد وہی خلیفہ ہوا۔ عبدالملک کی ولادت ۲۶ھ میں مدینہ میں ہوئی تھی۔ اس کی والدہ عائشہ بنت معاویہ بن ولید بن مغیرہ بن ابی العاص

بن امیہ تھیں۔

عبدالملک نہایت عاقل، دور اندیش، ادیب اور فاضل تھا۔ علم میں شیوخ مدینہ مثلاً سعید بن مسیب اور عروہ بن زبیر کے ہم رتبہ سمجھا جاتا تھا امام شعبی کا قول ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں جس کو دیکھا اس سے اپنے آپ کو علم و فضل میں زیادہ پایا۔ بجز عبدالملک کے کہ جن مسائل یا اشعار کا اس کے سامنے ذکر آیا۔ ان میں اس نے کچھ نہ کچھ ضرور میرے علم میں صاف کر دیا۔

جس وقت اس کے ہاتھ میں خلافت آئی اس وقت عالم اسلامی میں اضطراب عظیم تھا۔ اہل حجاز نے عبداللہ بن زبیر کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ عراق میں تین فرقے تھے۔ زبیری، شیعہ اور خوارج اور یہ سب کے سب بنی امیہ کے خلاف تھے۔ لیکن وہ اپنی دانشمندی اور عزم راسخ کی وجہ سے تمام مشکلات پر غالب آیا یہاں تک کہ کل ممالک اسلامیہ پر اس کی خلافت مسلم ہو گئی۔

مروان نے ابن زیاد کو ایک فوج دے کر جزیرہ کی طرف بھیجا تھا۔ ..  
 در اس سے یہ وعدہ کیا تھا کہ جس قدر ملک تم فتح کر لو گے وہ تمہاری ولایت میں ہے گا۔ اس نے جزیرہ کو فتح کر لیا۔ اسی اثنا میں مروان نے وفات پائی عبدالملک نے اس تقریر کو بحال رکھا اور فرمان بھیجا کہ عراق کی طرف پیش قدمی کرو۔

ابن زیاد جب عین الوردہ پر پہنچا تو اہل عراق کی ایک جماعت سامنے

آئی اس کو کسی امیر یا خلیفہ نے نہیں بھیجا تھا۔ بلکہ یہ شیعہ کی ایک جماعت

تو ابین

تھی جو امام حسین کے خون کی مطالبہ اور ان کے قاتلوں سے قصاص لینے کو لکھی  
تھی۔ ان کی تعداد چھ ہزار تھی اور ان کا سردار سلیمان بن سرد ریس کو ذ تھا ان لوگوں  
نے اپنا لقب تو ابین رکھا تھا کیونکہ امام حسین کی حمایت میں ان سے جو قصور ہوا تھا  
ان کے قتل ہو جانے کے بعد اس پر سخت تادم ہوئے اور یہ طے کیا کہ جب تک ہم اس  
خون کا انتقام نہ لیں ہماری اس گناہ کا کفارہ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ مخفی طور پر اسی زمانہ  
سے ساز و سامان اور اسلحہ فراہم کرتے رہے اور لوگوں کو اپنے ساتھ شرکت کی ترغیب  
دلاتے رہے ۶۵ھ میں موقع پا کر لکھے۔ اور عین اوردہ پہنچ کر اصل مجرم یعنی ابن زیاد  
کا مقابلہ ہوا۔ سخت معرکہ ہوا جس میں سلیمان بن سرد اور ان کے اکثر ساتھی مارے گئے  
تو ابین کی بربادی کے بعد کوفہ میں مختار بن ابی عبید تھی امام حسین  
کے خون کے مطالبہ کے بہانے سے اٹھ کھڑا ہوا اس نے مشہور کیا کہ **مختار**  
محمد بن حنفیہ نے جو امام مہدی ہیں اس کام کے لئے مجھ کو مامور فرمایا ہے یہی پہلا  
موقع تھا کہ امام مہدی کا لقب عالم وجود میں آیا۔ مختاریہ چاہتا تھا کہ ابراہیم بن  
اشتر کو بھی جو شجاع اور نامور رئیس تھا اپنے ساتھ متنفق کرے جب اس کے پاس  
یہ پیغام بھیجا تو اس نے جواب دیا کہ مجھے اپنی جماعت کا سردار بنانا تو نیا رہوں اور  
ہیں۔ تین دن کے بعد مختار خود اس کے پاس گیا۔ اور امام مہدی یعنی محمد بن حنفیہ  
کی طرف سے ایک جعلی خط بنا کر اس کو دکھلایا جس میں لکھا ہوا تھا کہ مختار کو میں  
حسین کے مطالبہ کے لئے نامزد کرتا ہوں تم اس کی متابعت کرو یا ابراہیم نے کہا کہ

میرے پاس محمد بن حنفیہ کے خطوط برابر آتے ہیں۔ لیکن ان میں کبھی انہوں نے اپنا لقب امام مہدی نہیں لکھا جو اس خط میں لکھا ہوا ہے اس پر کئی شخصوں نے شہادت دی کہ امام موصوف نے ہمارے سامنے یہ خط لکھا ہے اس میں شک کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔

ابراہیم کو ان شہادتوں پر یقین ہو گیا۔ فوراً صدر سے ہٹ کر وہاں مختار کو بٹھایا۔ اور خود حاشیہ پر بیٹھا۔ اس کے بعد باہم مشورہ کر کے طے کیا کہ فلاں تاریخ کو ہم لوگ مطالبہ کے لئے نکلیں گے چنانچہ بیح الاول ۶۶ھ میں یہ جماعت نکلی۔ پہلے عبداللہ بن مطیع کو جو ابن زبیر کی طرف سے کوفہ کے والی تھے نکال کر شہر پر قبضہ کیا۔ پھر وہاں کے لوگوں سے اس بات پر معیت یعنی شروع کی کہ کتاب و سنت پر عمل کریں گے اور امام کے قاتلوں سے بدلہ لیں گے۔ اہل بصرہ بھی اس بیعت میں شامل ہو گئے۔

کوفہ کے جو لوگ اس فوج میں شریک تھے جو امام حسین کے مقابلہ کے لئے گئی تھی مثلاً عمر بن سعد وغیرہ۔ مختار نے ان سب کو قتل کر ڈالا اور ان کے مکانات کھدوا کر پھینک دیئے۔

ابن زبیر کو جب یہ حالات معلوم ہوئے تو اشتباہ میں محمد بن حنفیہ کو قید کر دیا لیکن مختار نے آدمی بھیج کر ان کو چھڑا لیا۔

اس کے بعد کوفہ سے ایک لشکر ابراہیم اشتر کی ماتحتی میں ابن زیاد کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا جو عراق کی طرف فوج لے کر آ رہا تھا۔ فریقین میں چشمہ خازر پر

نہایت سخت جنگ ہوئی۔ ابراہیم فتحیاب ہوا اور ابن زیاد مارا گیا۔

عبداللہ بن زبیر نے مختار کی اس شورش کو رفع کرنے کے لئے حجاز سے

اپنے بھائی مصعب کو فتح دے کر روانہ کیا۔ انہوں نے پہلے آکر بصرہ کو قابو میں کیا۔

بہت سے لوگ کوثر گئے بھی جو مختار کے خلاف تھے ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔

مصعب نے خود لشکر لے کر کوثر پر چڑھائی کی۔ مقام مدار میں مختار نے لکھکر مقابلہ

کیا اور شکست کھائی مصعب اس کا تعاقب کرنے ہوئے کوثر میں داخل ہوئے اور

اس کو مع ساقیوں کے قتل کر ڈالا۔ یہاں تک کہ اس کی بیوہ عمرہ کو بھی جو نعمان

بن بشر کی بیٹی تھی اس سے تبریٰ کرنے پر مار ڈالا۔ حالانکہ عورتوں کو مارنا سپہ گری

کی روح کے منافی ہے۔

اس کے بعد پھر سارا عراق ابن زبیر کے قبضہ میں آ گیا۔

اب رؤساء عراق نے جن میں دفا داران کم تھی مخفی طور پر عبدالملک سے

خط و کتابت شروع کی اس نے ان کا سہارا پا کر عراق پر فوج کشی کی جب فریقین کا

مقابلہ ہوا تو اہل عراق مصعب کا ساتھ چھوڑ کر میدان سے ہٹ گئے آخر انہوں

نے شکست کھائی اور قتل ہوئے۔ عبدالملک کو فدیہ میں داخل ہوا اور وہاں کے

لوگوں سے بیعت لی۔ اور عراق کے انتظام کے لئے عمال مقرر کئے۔

مثل مشہور ہے کہ تاریخ واقعات کو دہراتی ہے۔ یہاں یہ بات یاد رکھنے

کے قابل ہے کہ جس قصر میں ابن زیاد کے ملنے امام حسین کا سرکتا کر آیا تھا اسی



قصر میں ابن زیاد کا سر مختار کے سامنے آیا اور مختار کا سر مصعب کے اور مصعب کا عبد الملک کے۔ اور یہ سارے انقلابات ۱۱ھ سے ۱۷ھ تک یعنی دس سال میں واقع ہوئے۔ عبد الملک نے اس قصر کو منحوس سمجھ کر منہدم کر دیا۔

عراق پر قبضہ ہو جانے کے بعد اب بجز حجاز کے .. کوئی صوبہ

**محاصرہ مکہ** عبد الملک کے تسلط سے خارج نہیں رہا۔ اس لئے اس نے

کوفہ سے حجاج ابن یوسف ثقفی کی ماتحتی میں جمادی الاول ۷۲ھ میں ایک فوج

اس طرف روانہ کی اس نے پہنچ کر مکہ کا محاصرہ کیا۔ اور منجیقین سے شہر پر تھپڑ بسانے

شروع کئے۔ محاصرہ نے طول کھینچا۔ ابن زبیر کے طرفدار تنگ آ گئے اور امان لیکر

حجاج کے پاس آئے لگے۔ یہاں تک کہ خود ابن زبیر کے دو بیٹے حمزہ اور حبیب

بھی حجاج سے آکر مل گئے۔

عبد اللہ بن زبیر نے جب یہ حالت دیکھی تو اپنی والدہ حضرت اسماء کے

پاس گئے اور کہا کہ میرے ساتھی یہاں تک کہ میرے بیٹے بھی میرا ساتھ چھوڑ گئے۔

دشمن مجھے دنیا دینے کے لئے تیار ہے بشرطیکہ میں اس کی اطاعت کروں۔ اب آپ

کی کیا رائے ہے؟

انہوں نے کہا کہ اگر تجھے یقین ہے کہ تو حق پر ہے تو جس ماہ میں تیرے

ساتھیوں نے گردنیں کٹائی ہیں اسی میں تو بھی اپنی جان دے دے اور نبی امیر

کی غلامی قبول نہ کر۔ لیکن اگر تو دنیا کے لئے لڑتا رہا ہے تو نہایت برا کیا اپنے

کو بھی ہلاک کیا۔ افسانے سائیتوں کی بھی جائیں گزائیں۔ اگر تو یہ سوچتا ہے کہ  
میں حق پر تھا لیکن حامیوں کے نہ ہونے کی وجہ سے اب دشمن سے دپ جانا منسا  
ہے تو یہ شرفار اور دین داروں کا شیوہ نہیں۔ اس سے تو قتل ہو جانا بہتر ہے  
زندگی چند روزہ ہے آخر تو کب تک دنیا میں رہے گا۔

عبداللہ نے کہا کہ مجھے یہ خطرہ ہے کہ قتل کرنے کے بعد اہل شام میرے  
جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے۔ حضرت اسمار نے کہا کہ بکری جب ذبح ہو گئی  
تو کھال کھینچنے سے اس کو کیا تکلیف۔

عبداللہ نے اپنی نابینا والدہ کا سر چوم لیا۔ اور کہا کہ میری رائے بھی یہی  
ہے اور اسی ارادہ سے آج چلا ہوں لیکن میں نے مناسب سمجھا کہ اپنا خیال ظاہر  
کرنے سے پہلے تمہاری رائے لے لوں۔ الحمد للہ کہ تم نے میری بصیرت میں اضافہ  
کیا۔ اور ہمت میں قوت بخشی لیکن دیکھنا آج میں ضرور قتل ہو جاؤں گا ایسا نہ ہو کہ  
تم میرے اوپر زیادہ رنج و غم کرو۔ میرے معاملہ کو اللہ کے سپرد کرنا۔ سچ  
کہتا ہوں کہ نہ میں نے کبھی برائی کو پسند کیا نہ کسی مسلمان پر ظلم کیا۔ نہ کوئی عہد  
توڑا نہ امانت میں خیانت کی۔ میرے کسی عامل کی اگر کوئی بیجا کارروائی مجھ تک  
پہنچی تو میں کبھی اس سے راضی نہیں ہوا۔ بلکہ تنبیہ کی۔ بجز رضائے الہی کے کوئی شے  
مجھے مطلوب نہیں رہی اے اللہ! میں یہ سب کچھ اپنی مدح کے لئے نہیں بلکہ اپنی ماں  
کی تسلی کے لئے کہتا ہوں۔ حضرت اسمار نے کہا کہ انشا اللہ میں صبر جمیل اختیار کروں گی

اس کے بعد وہ لٹکے۔ اور لڑکر مقتول ہو گئے۔ حجاج نے ان کی نعش کو سولی پر چڑھا دیا۔ تین دن کے بعد اتار کر حضرت اسمار کے پاس بھیج دیا۔ انہوں نے دفن کرایا۔ اور اس واقعہ کے بیس دن بعد خود بھی انتقال کر گئیں۔

عبداللہ کے والد زبیر بن العوام حواری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم **ابن زبیر** اور ان کی والدہ حضرت اسمار بنت ابوبکر تھیں جن کا لقب

ذات النطاقین تھا۔ ہجرت کے بعد یہ اسلام کے اولین فرزند ہیں ان کی ولادت مسلمانوں کے لئے مبارک ثالی اور باعث خوشی ہوئی تھی۔ وجہ یہ ہوئی کہ ہجرت کے بعد ایک عرصہ تک مدینہ میں کسی مہاجر کے کوئی اولاد نہیں پیدا ہوئی۔ کفار مکہ کہتے تھے کہ ہمارے معبودوں کے دشمنوں کی نسل نہیں چل سکتی۔ جب عبداللہ پیدا ہوئے تو ان کی زبان بند ہوئی۔

اولاد صحابہ میں شجاعت، زہد اور عبادت میں ممتاز تھے۔ خلافت راشدہ میں متعدد جنگوں میں شریک ہوئے۔ امیر معاویہ کے عہد میں حملہ قسطنطینہ میں بھی شامل تھے بلا و خوز اور نیرا فریقہ کی فتح میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ یزید کی خلافت پر انہوں نے اور امام حسین نے بیعت نہیں کی اور مکہ میں چلے آئے۔ امام حسین مکہ سے نکل کر جب کوفہ چلے آئے اور کربلا کا واقعہ پیش آیا تو اس کے بعد حجاز میں انہوں نے اپنی خلافت کی بیعت لینی شروع کی۔ یزید کے فوج بھیجی لیکن عین محاصرہ کی حالت میں اس کی دفات کی خبر آگئی اس لئے

وہ واپس چلی گئی ۶۶ء میں بجز شام کے اور تمام اسلامی صوبوں پر ان کی خلافت  
 قائم ہو گئی۔ ۹ سال خلیفہ رہ کر ۷۲ء میں مقتول ہوئے۔

ابن زبیر کے قتل کے بعد عبد الملک نے حجاج کو حجاز کا امیر مقرر کیا۔

## حجاج

اہل عراق کی شرارتیں اور فتنہ انگیزیاں اس قدر بڑھ گئیں کہ عبد الملک  
 تنگ آ گیا اس لئے ان کی اصلاح کے واسطے حجاج کو حجاز سے منتقل کر کے عراق میں  
 یعنی بصرہ اور کوفہ کا والی بنایا۔ وہ صرف بارہ سو اردوں کو لئے ہوئے کوفہ میں داخل  
 ہوا۔ اس کے سر پر اس وقت سرخ ریشم کا عمامہ اور منہ پر سی کا ڈھانا بندھا ہوا تھا  
 جامع مسجد میں جا کر منبر پر کھڑا ہوا۔ اہل کوفہ نے وہاں ہجوم کیا۔

چونکہ وہ امرار کی تذلیل اور تحقیر کے عادی تھے اس لئے ان میں سے بعض  
 بعض تیر دکان اور بہت سے حجاج کے اوپر پھینکنے کے لئے مٹھی میں سنگریزے  
 لئے ہوئے تھے۔

حجاج نے ڈھانا کھولا۔ اور ایسی ہولناک تقریر کی کہ لوگ لرز اٹھے اور ان  
 کے ہاتھوں سے تیر دکان اور سنگریزے سب چھوٹ کر گر پڑے اس تقریر کے  
 خلاصہ یہ ہے:-

حاضرین! میں یہاں بہت سے سردوں کو دیکھتا ہوں کہ ان کے  
 کٹنے کا وقت قریب آ گیا ہے اور مجھ کو بہت سے عمامے اور ڈاڑھیاں  
 نظر آتی ہیں جو خون میں شرابور ہونے والی ہیں۔ امیر المؤمنین نے اپنے

تمام تیزوں کو دیکھا۔ ان میں جو سب سے سخت اور جگر دوز کھنا اس  
 کو تمہارے اوپر چلایا۔ دیکھو! میں وہی تیر ہوں میں تمہاری شرارتیں  
 بھلا دوں گا اور تمہارے سارے بل نکال دوں گا۔  
 تم ایک زمانہ سے فتنہ اور فساد انگیزی کے بستر پر لوٹے اور گمراہی اور  
 تفرقہ پر دازی کی خواب گاہ میں سوتے رہے اب وقت آیا ہے کہ میں  
 تمہاری آنکھیں کھول دوں اور تمہیں بتاؤں کہ کون سا راستہ ٹھیک ہے۔  
 تمہاری مثال اس بستی والوں کی مثال ہے جو قرآن میں بیان کی گئی  
 ہے کہ اطمینان کے ساتھ وہ رہتے ہیں اور ہر طرف سے ان کی روزی  
 چلی آتی ہے لیکن انہوں نے اللہ کی ناشکری کی اس لئے ان پر بھوک  
 اور خوف کا عذاب مسلط کیا گیا۔

امیر المؤمنین نے حکم دیا ہے کہ تمہاری ننھاہیں تقسیم کر دی جائیں  
 اور تم لوگ مہلب بن ابی صفرہ کے پاس خارجیوں کے مقابلہ میں پہنچ  
 جاؤ۔ یہاں علان کرتا ہوں کہ تقسیم ننھاہ کے چوتھے دن اگر کوئی مہلب  
 کے پاس نہ گیا اور کوفہ میں نظر آیا تو اس کی گردن اڑا دی جائے گی۔  
 یہ بھی بتا دیتا ہوں کہ میں جو کچھ زبان سے کہتا ہوں اس کو پورا کر کے  
 چھوڑتا ہوں۔

اس کے بعد غلام سے کہا کہ لوگوں کو امیر المؤمنین کا فرمان سنا دے اس نے

پڑھنا شروع کیا۔

من جانب عبد الملک ب اہل کوفہ۔ اسلام علیکم!

حاضرین میں سے کسی نے بھی سلام کا جواب نہیں دیا۔ حجاج نے یہ دیکھ کر غلا کو روک دیا اور ڈانٹ کر لوگوں سے کہا کہ امیر المؤمنین تم کو سلام کہتے ہیں اور تمہارے منہ سے جواب نہیں نکلتا۔ یہاں کے لوگوں نے یہی سبق تم کو سکھایا ہے۔ میں تم کو ٹھیک کر کے رہوں گا۔ یہ سن کر تمام مجمع نے ہم آواز ہو کر سلام کا جواب دیا۔

حجاج نے تنخواہیں تقسیم کرنی شروع کیں ایک نہایت سن رسیدہ شخص جس جسم میں رعشہ تھا آیا۔ اس نے تنخواہ لی اور کہا کہ اب میں لڑائی کے قابل نہیں رہا۔ میرے بجائے میرے بیٹے کو بھیج دیجئے حجاج نے منظور کیا۔ کسی نے کہا کہ آپ کو خبر ہے کہ یہ بڑھا کون ہے۔ یہ عمیر بن ضبابی برجمی ہے جو حضرت عثمان کے قتل ہو جانے کے بعد ان کے گھر میں پہنچا تھا اور ان کے سینے پر چڑھا کر ان کی دو پسلیاں توڑ دی تھیں اور اس پر فخر یہ اشعار کہے تھے۔

حجاج نے اس کو واپس بلایا اور کہا کہ اے شیخ! خلیفہ مظلوم کی پسلیاں توڑنے کے لئے اپنے بدلہ میں کسی اور کو کیوں نہیں بھیجا۔ پھر اس کو اپنے سامنے قتل کرا دیا۔ لوگوں کا یہ حال تھا کہ تنخواہیں لے لے کر اپنے رشتہ داروں کے حوالے کرتے تھے کہ ہم مہلب کے پاس جاتے ہیں۔ تم ہمارا سلمان ٹھیک کر کے دہن بھیج دینا۔ حجاج کے خطبہ اور اس کے عمل پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے

اور ظلم کا رویہ اختیار کیا تھا۔ اور یہ سیاست وہ ہے کہ اس سے حقیقی اصلاح کبھی  
 میں ہو سکتی۔ صرف دیکھتے ہوئے ان گاروں پر خاکستر ڈالی جا سکتی ہے۔ لیکن جب پھر سوا  
 پہلے گی تو آگ بھڑک اٹھے گی۔

نیز اہل عراق کی ذلت اور دنار ت طبع کی بھی اس سے شہادت ملتی ہے کہ وہ  
 صرف بارہ سو اوروں کے ساتھ ان کے شہر میں داخل ہوتا ہے۔ اور وہاں کے بڑے  
 بڑے روسا ما و شرفا کے مجمع کو ڈراما دھمکاتا ہے اور پھر ان کے اوپر طرح طرح  
 کے بیجا ظلم و ستم کرتا ہے اور وہ خاموشی کے ساتھ پھڑپھڑوں کی طرح سر جھکائے  
 رہتے ہیں اور ان سب کو برداشت کرتے ہیں۔ حالانکہ فتنہ اور فساد کے وقت یہی  
 لوگ شیر نظر آتے تھے۔

لیکن آئندہ معلوم ہو گا کہ ان کی یہ فرود تھی بھی وقتی تھی اور جب تفرقہ کا موقع  
 ملا تو پھل اس جوش و خروش کے ساتھ انہوں نے حصہ لیا۔

حجاج نے بصرہ میں بھی اسی قسم کی تفریق کی جیسی کوفہ میں کی تھی۔ وہاں ایک  
 شخص لے آکر تنخواہ واپس کی اور کہا کہ مجھ کو فتح کا عارضہ تھا امیر سابق بشیر بن مروان  
 نے اس معذوری کی وجہ سے مجھے فوجی خدمت سے سبکدوش کر دیا تھا آپ بھی معاف  
 کیجئے۔ حجاج نے اس کو قتل کر دیا اس سے اہل بصرہ پر اس قدر رعب غالب ہوا کہ  
 فوراً وہ لوگ مہلب کی فوج میں مقام رامہرتہ میں پہنچ کر شریک ہوئے۔  
 یہ ہیں حجاج نے عبداللہ بن ابی بکرہ کو سیستان کی مہم پر روانہ کیا۔

کیونکہ وہاں کافر ماں روار قبیل باغی ہو گیا تھا۔ اور بہت سے مسلمانوں کو اس نے قتل کر ڈالا تھا۔ عبداللہ نے پہنچ کر جنگ شروع کی۔ اور اس کے اندرون ملک میں گھسنے چلے گئے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ دشمنوں سے گھر گئے اور ان کی فوج کو بہت نقصان برداشت کرنا پڑا۔

حجاج نے بیس ہزار فوج بصرہ سے اور اسی قدر کوفہ سے نہایت سادہ سامان کے ساتھ عبدالرحمن بن اشعث کی ماتحتی میں پھر داند کی۔ عبدالرحمن نے فتح کرنا شروع کیا جس جس شہر پر قبضہ کرتا تھا اس کا پورا انتظام کر کے آگے بڑھتا تھا۔ جب بہت سے مقامات فتح ہو چکے تو کہا کہ اب اس تمام مفتوحہ علاقہ کا بندوبست کرنے کے بعد ہم سال آئندہ آگے بڑھیں گے۔

حجاج نے لکھا کہ تمہاری یہ رائے کمزوری اور سستی کی وجہ سے ہے غینم نے عہد شکنی کی ہے۔ ہر حدی مقامات کو تاخت و تاراج کیا ہے۔ مسلمانوں کو قتل کر کے ان کے اہل و عیال کو پکڑ کر لے گیا ہے۔ تم کو چاہیے کہ اس کے قلعوں کو مسخر کر کے ڈھا دو اور اس کے ملک پر قبضہ کر کے اس کو سزا دو اگر تم سے یہ نہیں ہو سکتا تو اپنے بھتیجے اسحاق بن اشعث کو فوج کی سپہ سالاری سپرد کر دو اور خود میرے پاس واپس چلے آؤ۔

**فتنہ ابن اشعث** یہ فرمان جس وقت پہنچا تو اہل فوج نے جس میں تمام تر عراقی



تھے متفق ہو کر حجاج کی مخالفت کی اور کہا کہ ہم اس کو اپنا امیر نہیں مانتے عبدالرحمن  
 کے ہاتھ پر امارت کی بیعت ہوئی۔ رتبیل کے ساتھ مصالحت کر کے یہ لوگ عراق  
 کی طرف واپس چلے کہ وہاں سے حجاج کو نکال دیں۔ فوج کے آگے اعشی شاعر تھا  
 جو حجاج کی ہجو اور عبدالرحمن کی مدح میں اشعار پڑھتا تھا۔

صوبہ فارس میں پچھلے عراقیوں نے کہا کہ جب ہم نے حجاج کو امیر نہیں رکھا  
 تو عبدالملک ہمارا خلیفہ نہیں رہا۔ لہذا عبدالرحمن کو ہم خلیفہ مانتے ہیں چنانچہ  
 کل فوج نے اس کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی۔ حجاج نے ان واقعات سے عبدالملک  
 کو مطلع کیا اس نے امداد کے لئے فوجیں روانہ کیں۔ حجاج ان کو لیکر تستر کی طرف آیا۔  
 جب مقابلہ ہوا تو عراقیوں نے اس مقدمہ لشکر کو شکست دیدی۔ حجاج وہاں سے  
 ہٹ کر مقام زادیر میں آکر مقیم ہوا۔ عبدالرحمن نے لبصرہ پر قبضہ کر لیا اور وہاں سے  
 فوج لے کر آیا۔ زادیر میں فریقین کا مقابلہ ہوا۔ بہت خونریز جنگ ہوئی۔ پہلے شامیوں  
 نے شکست کھائی لیکن حجاج کی ثابت قدمی کی وجہ سے پھر پلٹے اور عراقیوں کے  
 سینہ کو الٹ دیا۔ عبدالرحمن میدان چھوڑ کر کوہ کی طرف گیا اور دارالامارت پر قبضہ  
 کر لیا حجاج اس کے پیچھے جا کر دیر قرہ میں خیمہ زن ہوا۔

عبدالملک نے مصلحت اندیشی اور عراقیوں کو خوش کرنے کے خیال سے  
 محمد بن مردان کو روانہ کیا اور دوسرا عراق کو لکھا کہ اگر تم حجاج کے مخالف ہو تو میں  
 اس کو معزول کر کے اس کے بجائے اپنے بھائی کو تمہاری امارت کے لئے بھیجتا ہوں

اہل عراق نے جواب دیا کہ ہم حجاج کی امارت اور مہندی خلافت کسی کو بھی تسلیم نہیں کرتے  
محمد بن مروان نے مجلس سے کہا کہ ہر کس نہیں مانتے۔ اب نہیں یہاں کے والی  
ہر جس طرح ہو سکے اس مہم کو سر کر دو۔

عبدالرحمن اور حجاج کی فوجوں میں دیر جمجم میں پورے سو دن تک جنگ  
قائم رہی آخر ۱۲ جمادی الثانی ۸۳ھ کو عبدالرحمن نے شکست کھائی حجاج نے  
اعلان کیا کہ بھاگنے والے کا تعاقب نہ کیا جائے اور جو پلٹ آئے یارے میں فقیہ  
کے پاس چلا جائے اس کو مان ہے۔ فتح کے بعد وہ کوفہ میں داخل ہوا اور تجدید بیعت  
کے لئے لوگوں کو بلا یا۔ ہر شخص سے پہلے اس کے کافر ہونے کا اقرار کر کے پھر بیعت لیتا  
تھا۔ جو اپنے کفر کا اقرار نہیں کرتا تھا اس کو قتل کر دیتا تھا۔

اعشى شاعر بھی گرفتار ہوا۔ حجاج نے کہا کہ اپنے وہ اشعار سناؤ جن سے  
باعیوں کو جوش دلاتے تھے اس نے ایک نہایت فصیح و بلیغ قصیدہ حجاج کی مدح  
میں پڑھا لوگوں کو امید ہوئی کہ شاید اس کو معافی مل جائے لیکن حجاج نے وہیں  
اپنے سامنے قتل کرادیا۔

عبدالرحمن کا فتنہ اہل عراق کی آخری شورش تھی اس میں وہ بالکل تباہ و  
برباد ہو گئے اور ان کے زیادہ تر دوسار و شرفامٹ گئے چنانچہ اس کے بعد پھر وہ  
کوئی فتنہ برپا نہیں کر سکے۔

عبدالرحمن نے بھاگ کر تبیل کے یہاں پناہ لی۔ حجاج نے لکھا کہ ہمارے

مہرم کو بیچ دو۔ ورنہ ہم خود آئیں گے۔ عبد الرحمن نے جب رہائی کی کوئی صورت  
 دیکھی تو کوٹھے پر سے گر کر خودکشی کی۔ رقبیل نے اس کے ساتھیوں کے سر کاٹ کر  
 حجاج کے پاس بھیج دیئے۔

۳۶۱ سے ۳۶۲ تک امت اسلامیہ کا ۲۵ سال کا زمانہ شورش، فتنہ اور  
 اضطراب میں گزرا۔ بڑے بڑے اشخاص خلافت کا دعویٰ لے کر کھڑے ہو جاتے تھے  
 اس کی بدولت تفرقہ پڑ جانا تھا۔ اور امت میں باہم جنگ و خونریزی ہونے لگتی تھی  
 تعجب یہ ہوتا ہے کہ کیا یہ لوگ کتاب اللہ کو نہیں پڑھتے تھے جس میں دنیا  
 ملی اور امت میں تفرقہ اندازی اور فتنہ انگیزی کی سخت مذمت ہے یا عاقبت  
 ندیش نہ تھے کہ اتنا نہیں سمجھتے تھے کہ امت کی قوت اور شوکت کو آپس میں لڑا کر فنا  
 کر دینے کا انجام کیا ہو گا یا ان کو عقبیٰ کا خوف نہ تھا کہ اپنے اغراض کے لئے مسلمانوں  
 کا خون بہانے میں کوئی باک نہیں ہونا تھا۔

خود خلعائے دقت بھی اس مواخذہ سے پری نہیں ہو سکتے کیونکہ انہوں  
 نے امت کو مطیع بلکہ غلام بنانے کے لئے سخت جاہلانہ سیاست رکھی اور ان کے  
 لوگوں میں اپنی محبت اور ہمدردی پیدا کرنے کا کوئی طریقہ اختیار نہیں کیا اس وجہ سے  
 اس وقت اس کو کوئی خلیفہ کا مخالف ملنا وہ اس کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہو جاتی۔

یزید کے زمانہ میں جب شامی فوج نے مکہ کا محاصرہ کیا اس وقت  
 خوارج کی ایک جماعت وہاں پہنچی کہ اگر عبد اللہ بن زبیر ہمارے

خوارج

ہم خیال ہوں تو ہم ان کی امداد کریں۔ اس جماعت کے سرگروہ نجدہ بن عامر اور نافع بن ارقم تھے۔ یہ لوگ ان سے ملے اور پوچھا کہ شیخین کے بارہ میں آپ کا کیا عقیدہ ہے۔ عبد اللہ بن زبیر نے کہا کہ بہترین خلفاء تھے۔ خوارج نے کہا کہ حضرت عثمان کو آپ کیسا سمجھتے ہیں جنہوں نے ایسی باتیں کیں جو اسلام اور انصاف کے خلاف تھیں۔ جن کی وجہ سے ان کی بیعت فسخ اور امامت فاسد ہو گئی تھی۔ اور اپنی خلافت کے آخری چھ سال میں وہ واجب القتل ہو گئے تھے۔

پھر ان کے بعد جس نے بیعت لی اور حکم الہی میں اشخاص کو ثالث بنایا۔ ان کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ نیز اپنے والد اور حضرت طلحہ کی نسبت آپ کا کیا خیال ہے جو ایک خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کر لینے کے بعد محض دنیاوی خواہش سے اس کے مقابلہ کو نکلے اور حضرت عائشہ کو بھی اپنے ساتھ لاکر میدان جنگ میں کھڑا کیا اور حرم رسول کو اللہ تعالیٰ نے صاف صاف الفاظ میں حکم دیا ہے کہ تم اپنے گھروں میں جاگزیں رہو۔

اگر ان سب باتوں میں آپ ہمارے ہم خیال ہوں تو اللہ اس کا اجر دے گا۔ اور ہم آپ کی مدد کے لئے تیار ہیں ورنہ آپ قیامت میں رسوا اور دنیا میں ذلیل ہوں گے۔

عبد اللہ بن زبیر نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون کے بارے میں بھی حضرت موسیٰ اور ہارون کو حکم دیا کہ اس کے ساتھ نرمی سے بات کرنا اور نبی صلی اللہ

یہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مردوں کی بُرائی کر کے زندوں کو الیت نہ پہنچاؤ چنانچہ خیال سے عکرمہ بن ابی جہل آزدہ نہ ہوں لوگوں کو ابو جہل کو بُرا کہنے سے منع دیا۔ جب فرعون اور ابو جہل جیسے لوگوں کو بُرا کہنے کی اجازت نہیں ہے تو میں بزرگوں اور خاص کر اپنے باپ کو کیونکر برائی کے ساتھ یاد کر سکتا ہوں باپ کے حقوق اولاد پر ہیں وہ تو تم کو معلوم ہیں ہاں بلا تصریح یہ کہنے کے لئے تیار ہوں ظالموں سے بری ہوں اب جو کبھی ظالم ہے وہ اس میں داخل ہے۔

دوسرے دن خواجہ پھر ان کے پاس گئے اور تصریح چاہی انہوں نے کھڑے کر حضرت عثمان، زبیر اور طلحہ رضی اللہ عنہم کی مدح و ثنا میں ایک مدلل تقریر مانی اور خواجہ کے جس قدر اعتراضات تھے سب کے جواب دیئے۔ خوارج ان سے مایوس ہو گئے۔ ان کی ایک جماعت یامسکی طرف گئی دوسری نافع بن اندق کے ساتھ اہواز پہنچی۔ اور وہاں سے خلیفہ کے عامل کو نکال کر خراج وصول کرنا شروع کیا۔

اب تک یہ فرقہ متحد تھا لیکن نافع کی وجہ سے اس میں تفرقہ پڑ گیا کیونکہ اس کے کل دارالاسلام کو دارالحرب قرار دیا۔ اور کہا کہ ان کے بچوں کا مار ڈالنا اور ان کی امانتوں کا غصب کر لینا حلال ہے۔ نہ ان کے ساتھ مناکحت جائز ہے نہ ان کے ہاتھ کا ذبیحہ روا ہے۔ جو لوگ دین کی مدد کے لئے تلوار ہاتھ میں لے کر کھڑے ہو جائیں صرف وہی مسلمان ہیں اور باقی سب کافر ہیں۔ یقیناً حرام ہے جو لوگ فتنہ سے

کنارہ کشتی کر کے الگ بیٹھ جائیں اور تیغ بکف ہو کر اسلام کی خدمت کے لئے نکلیں وہ بھی بمنزلہ کفار کے ہیں۔

نجدہ بن عامر نے اس کی مخالفت کی دونوں کے درمیان تحریری بحث ہوئی نیز مصعب بن جابر اور عبداللہ بن ابیہ نے بھی جو خارجیوں کے سرغنہ نافع کے قول کو نہیں تسلیم کیا۔ ان کا خیال یہ تھا کہ اس میں شک نہیں کہ ہمارے مخالف بھی حق کے اسی طرح دشمن ہیں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعداء لیکن فرق یہ ہے کہ یہ لوگ توحید کا اقرار اور کتاب اللہ کو تسلیم کرتے ہیں اس لئے کہ ساتھ مناکحت وغیرہ ناجائز نہیں ہے۔

عبداللہ بن صفار رئیس خوارج کے پیرو جو صفریہ کہے جاتے تھے لوگوں کو جو فتنہ سے الگ ہو کر بیٹھ جائیں برا نہیں سمجھتے تھے۔ چنانچہ یہ سارے جماعت خانہ نشین ہو گئی۔

نافع بن اردوق جو تمام خوارج میں سخت تر تھا اس کا قبضہ ہواز سے کے قریب تک پہنچ گیا۔ دس ہزار اہل بصرہ سلیم بن عبیدس کی ماتحتی میں اس سے کے لئے گئے دو لاکھ میں مقابلہ ہوا۔ نافع اور سلیم دونوں مارے گئے۔

خوارج نے عبید اللہ بن بشر کو اپنا سردار بنایا اور اہل بصرہ نے بن عمرو کو۔ تقریباً ایک مہینے تک لڑائی ہوتی رہی۔ آخر میں بصریوں نے شکست کھائی۔

اس ہزیمیت کی خبر سے اہل بصرہ میں بہت پریشانی پھیل گئی وہاں  
اہل راتے در و سار مجتمع ہو کر مہلب کے پاس گئے اور کہا کہ خوارج کی  
م بلا تمہارے سر نہیں ہو سکتی۔ اس نے کہا کہ تین شرطیں ہیں۔

- (۱) جس قدر علاقہ میں ان سے لوں اس کی حکومت میرے ہاتھ میں رہے۔
- (۲) جنگ کے لئے سلا و سامان اور اسلحہ کا بند و بست بہت المال سے کیا جائے۔
- (۳) بصرہ کے شہسواروں اور بہادروں میں سے جن کو میں منتخب کر دوں گا وہ  
میرے ساتھ چلیں۔

یہ تینوں شرطیں منظور کی گئیں۔ اور مہلب ان کے مقابلہ کے لئے روانہ  
ہوا۔ ایک ایک مقام سے ان کو ہٹا تا ہوا ہوا اہوا ازنگ گیا۔ وہاں انھوں نے اپنے قدم  
مالے۔ یہاں تک کہ اہل بصرہ مقابلہ کی تاب نہ لا کر میدان سے بھاگ چلے۔  
لیکن مہلب کی ثابت قدمی دیکھ کر پھر پلٹے خوارج کا سردار مارا گیا۔ اور وہ ہزیمیت  
کھا کر بھاگے۔ تعاقب میں بہت سے مارے گئے۔ یقیناً السیف نے کرمان میں  
گردم لیا۔ مہلب اپنی فوجیں لے کر برابر ان کے پیچھے لگا رہا۔

عراق میں جب عبداللہ بن زبیر کے بھائی مصعب امیر ہو کر آئے تو انھوں  
نے مہلب کو موصل کا عامل بنا کر بھیج دیا اور خوارج کے مقابلہ میں عمر بن عبید اللہ  
بن عمر کو مقرر کیا۔ خوارج اس وقت ارجان میں مجتمع تھے اور ان کا سردار زبیر بن علی  
تھا۔ عمر نے پہنچ کر ان کو شکست دی۔ وہ اصفہان میں آ گئے۔

عمر نے فوج کو لیکر ساہو میں مقام کیا۔ مالک بن حسان نے کہا کہ مہلب  
 کا قاعدہ یہ تھا کہ وہ رات کو نگہبان اور پلاٹے رکھا کرتے تھے تاکہ دشمن  
 سے نہ آپڑے۔ عمر نے کہا کہ تم کو معلوم نہیں کہ موت قبل از وقت نہیں آسکتی  
 اتفاق یہ ہوا کہ اسی رات کو خوارزج نے شیخون مارا مگر نقصان کا  
 عمر نے مالک سے کہا کہ تم نے دیکھا اس نے کہا ہاں! لیکن مہلب کے ساتھ  
 یہ جرات نہیں ہو سکتی تھی۔

خوارزج اصفہان سے امواز اور وہاں سے اصرطہ تک تاخت و تاراج  
 قتل و غارت کرتے پھرتے تھے۔ آخر مصعب نے پھر مہلب کو موصل سے  
 خوارزج کی مہم پر مامور کیا۔ ان کا سردار اس وقت قطری بن الفحاة تھا جس  
 امیر المؤمنین کہتے تھے۔

مہلب فوج لے کر امواز پہنچا۔ خوارزج وہاں سے رامہ مرز کی طرف  
 اسی دوران میں مصعب مارے گئے اور عبد الملک نے فتح پائی۔ خوارزج کو  
 معلوم ہو گئی انھوں نے مہلب کی فوج سے پکار کر پوچھا کہ مصعب کو  
 کیسا سمجھتے ہو۔ ۹ انھوں نے جواب دیا کہ امام ہادی۔ پھر پوچھا کہ عبد الملک  
 ادھر سے جواب دیا گیا کہ گمراہ اور گمراہ کن۔

دو روز کے بعد جب مہلب کے پاس بھی اطلاع آگئی تو خوارزج  
 کہ مصعب کو کیسا سمجھتے ہو ادھر سے لوگ چپ رہے پھر انھوں نے کہا



لوگوں نے جواب دیا۔ "امام ہادی؟"  
خوارج نے کہا کہ کل جو گمراہ اور گمراہ کن تھا وہی آج امام مہدی ہو گیا ہے  
دنیا کے بندو! تم پر لعنت ہو۔

عبد الملک نے بصرہ کا والی خالد بن عبد اللہ کو مقرر کیا اس نے مہلب کو  
معزول کرنا چاہا ہا اہل بصرہ نے کہا کہ یہاں محض اسی وجہ سے امن قائم ہے کہ مہلب  
اہواز میں ہے اگر تم اس کو معزول کر دو گے تو خوارج چڑھائی کر دیں گے لیکن  
خالد نے ان کے مشورہ کو قبول نہیں کیا۔ مہلب کو خراج کی تحصیل پر لگایا اور اپنے  
بھائی عبد العزیز کو اس کے بجائے امیر لجیش بنا کر بھیجا۔ خوارج نے دلا الجرد میں  
اس کو سخت شکست دی۔

عبد الملک نے خالد کو لکھا کہ یہ لفظ ان تمہاری غلطی سے ہوا۔ مہلب جیسے  
شجاع اور تیغ آزماسردار کو ہٹا کر عبد العزیز کو سالار فوج بنانا کسی طرح مناسب  
نہ تھا۔ لہذا اب تم خود فوج لے کر جاؤ اور مہلب کے مشورہ سے خوارج کا مقابلہ کرو۔  
میں نے اپنے بھائی بشیر بن مردان والی کو فوج کو حکم لکھا ہے وہ بھی تمہاری امداد کے  
لئے فوج بھیجے گا۔

خالد اس حکم کے مطابق مہلب کے ساتھ اہواز کی طرف گیا کوفہ سے بھی  
ملک کے لئے چار ہزار سوار آگئے۔ خوارج مقابلہ کی تاب نہ لا کر وہاں سے ہٹ  
گئے فوج نے ان کا تعاقب کیا لیکن راستہ اس قدر دشوار گزار تھا کہ فوج کے

اکثر گھوڑے مر گئے اور بیشتر سوار پیادہ واپس آئے۔

اسی زمانہ میں بحرین میں ابو قریبہ خارجی نے سر اٹھایا خالد نے اس کے مقابلہ کے لئے فوج بھیجی لیکن وہ شکست کھا گئی۔ عبد الملک نے یہ دیکھ کر خالد کو معزول کر دیا۔ اور اس کے بجائے بشر والی کو فہ کو مقرر کیا۔ اور کھاکہ خارجیوں کی مہم کو بالکل مہلب کے سپرد کر دو۔ مجھے اس کی شجاعت، جنگی تدابیر اور امت کی خیر خواہی پر اعتماد ہے اور منتخب فوج اس کے ساتھ کر دو۔

بشر کو مہلب کا تقرر خود خلیفہ کی طرف سے ناگوار گذرا چنانچہ اس کئیہ وہ اور بدخواہ امیر امت نے جب فوج روانہ کی تو اس کے سردار عبد الرحمن بن جحفت کو ناعاقبت اندیشی سے یہ ہدایت کی کہ تم خود اپنی رائے سے کلام کرنا۔ مہلب کے حکم کی نالعداری کرنے کی تم کو کچھ ضرورت نہیں ہے میں بلحاظ تمہاری شجاعت اور شرافت کے تمہیں کو سپہ سالار مقرر کرنا چاہتا تھا لیکن خلیفہ نے بے سمجھے بوجھے یہ مہم مہلب کے سپرد کر دی۔

یہ فوج راہرمز میں پہنچی جو ارض مقابلہ میں آئے لیکن اسی دوران میں بشر کی وفات کی خبر آگئی اس کو شکر کو فہ اور بصرہ کے بہت سے لوگ میدان چھوڑ کر واپس چلے آئے۔ بشر کے بجائے خالد بن عبد اللہ مقرر ہوا تھا اس نے ہر چند لوگوں سے کہا کہ تم جنگ میں جا کر شریک ہو اور خلیفہ کے حکم سے سزائی نہ کرو۔ لیکن کوئی نہیں گیا۔ عبد الملک نے ان کی نافرمانی کا حال شکر سے میں جیسا کہ ہم کچھ چکے ہیں۔

حجاج بن یوسف کو عراق کا والی بنا کر بھیجا۔ اس کے دباؤ سے اہل کوفہ و بصرہ پھر مہلب کے پاس پہنچ گئے۔

مہلب ساہواریں مقیم تھا۔ تقریباً ایک سال تک خوارزم سے مقابلہ ہوتا رہا۔ چونکہ کرمان پر خاریجیوں نے قبضہ کر لیا تھا اس لئے مہلب نے اسی طرف پیش قدمی کی اور صوبہ فارس میں بھی تقریباً ایک سال تک لڑائی کا سلسلہ جاری رہا۔ حجاج نے ہرار بن قبیصہ کے ہمراہ ایک فوج امداد کے لئے بھیج دی اور مہلب کو لکھا کہ بہت زمانہ گزر گیا اس مہم کو جلد ختم ہونا چاہیے۔

مہلب ساری فوج لے کر خاریجیوں کے مقابلہ میں صف آرا ہوا اپنے ساتوں بیٹوں کو ایک دس ستر ایک کا امیر بنایا اور خود ایک ٹیلہ پر کھڑا ہو کر لڑانا شروع کیا۔ سخت معرکہ آرائی ہوئی۔ رات کو فوجیں واپس آئیں۔

ہرار نے کہا تمہارے بیٹوں جیسے بہادر اور تمہارے سواروں جیسے سوار میں نے آج تک نہیں دیکھے۔ اور نہ اس قسم کی سخت لڑائی میری نظر سے گزری بلکہ یہ ہے کہ فتح آسمان سے اترتی ہے انسان کی کوشش پر موقوف نہیں۔

ہرار نے وہاں سے واپس آکر حجاج کو اصل کیفیت سے مطلع کیا۔ اور کہا کہ نہ مہلب کا قہ مور ہے نہ فوج کا بلکہ خوارزم کی جماعت نہایت جاننازاد و سر فرشتہ ہے ان سے ٹہرنا آسان نہیں ہے۔

مہلب وہاں اٹھارہ مہینے تک لڑتا رہا اور خوارزم مغلوب نہیں ہو سکے۔

لیکن اسی اثناء میں خود خوارج کی جماعت میں ایک ایسا واقعہ ہو گیا جو ان کے  
گمان میں بھی نہ تھا۔ یعنی ان کے ایک نامی شہسوار مقعطر نے کسی جھگڑے کی بنیاد پر  
اپنی ہی جماعت کے ایک شخص کو مار ڈالا۔ مقتول کے وراثت امیر خوارج قطری کے  
پاس گئے اور اس سے کہا کہ قاتل کو ہمارے حوالے کر دو۔ اس نے انکار کیا اور کہا کہ مقعطر ایک  
فاضل اور دیندار شخص ہے اس نے تاویل شرعی کی بنا پر اس کو قتل کیا ہے اگر اس کا  
جرم ثابت ہو سکتا ہے تو زیادہ سے زیادہ یہ کہ اس نے تاویل میں غلطی کی ایسی حالت  
میں میں قصاص کو لازم نہیں سمجھتا۔ اس فیصلہ کی وجہ سے جماعت خوارج میں اختلاف  
پیدا ہو گیا۔ اور ایک گروہ نے قطری کی بیعت فسخ کر کے عبد ربہ الکبیر کو اپنا سردار  
بنایا۔ اب دونوں فریق میں باہم لڑائی شروع ہوئی جو تقریباً ایک مہینہ تک جاری رہی  
حجاج کا یہ خیال تھا کہ اسی حالت میں ان پر حملہ کیا جائے لیکن مہلب نے  
اس کو پسند نہیں کیا وہ خاموش رہا۔

جب دونوں فریق خوب لڑ چکے اور قطری شکست کھا کر اپنے ساتھیوں کو  
لے کر طبرستان کی طرف چلا گیا تو مہلب نے عبد ربہ کی جماعت کے مقابلہ  
کے لئے اپنی فوج بڑھائی۔ اور ان سب کو قتل کر دیا۔

اس فتح کے بعد مہلب کو فہ میں آیا۔ حجاج نے ایک عظیم الشان دربار کیا  
اس کو اپنے برابر مسند پر بٹھایا شعر اے نے اس کی مدح میں قصیدے پڑھے۔ حجاج  
لوگوں نے خوارج کے مقابلہ میں بہادری کے جوہر دکھائے تھے ان کو انعامات

دیئے گئے۔ ان میں سب سے بہتر خود مہلب کے ساتوں بیٹے تھے ان کی خواہوں  
میں دو دو ہزار سالانہ کا اضافہ کیا گیا۔

رقاد ایک دراز قد شخص نے بھی اس جنگ میں شہرت حاصل کی تھی حجاج  
نے بلا کر اس سے گفتگو کی اس نے کہا کہ میں پہلے بہت سی لڑائیوں میں شریک ہوا ایک  
معمولی سوار سمجھا جاتا تھا۔ خوارج کے مقابلہ میں خود مہلب اور ان کے بیٹوں کی  
شجاعت دیکھ کر میری جرات بڑھ گئی اور مجھ سے وہ کام ہوئے جو دوسری لڑائیوں  
میں نہیں ہو سکے تھے۔

حجاج نے قطری کی سرکوبی کے لئے ایک فوج روانہ کی۔ طبرستان میں  
مقابلہ ہوا۔ قطری ایک ٹیلہ پر چڑھتے ہوئے گھوڑے سے گر کر ہلاک ہو گیا۔ اس کے  
ساتھی شکست کھا کر بھاگے۔ قوس تک ان کا تعاقب کیا گیا۔ وہاں سب کے  
سب مقتول ہو گئے۔

خوارج کا یہ فرقہ نافع بن اوزق کی پردی کرنے کی وجہ سے ازرقہ بولا  
جاتا ہے ایک مدت تک امت کو قتل و جنگ میں مشغول اور ہر قسم کے مصالح  
سے محروم رکھ کر بلا کسی فائدہ اور نتیجہ کے آخر ۳۰۰ھ میں تباہ و برباد ہوا۔  
دوسرے فرقہ کے خوارج میں سے صالح بن مسرح اور اس کے رفیق  
شعب بن بنید نے ۳۶۶ھ میں سرزمین موصل میں سر اٹھایا۔ امیر جزیرہ محمد  
بن مردان نے ان کے مقابلہ کے لئے ایک ہزار سوار روانہ کئے انھوں نے مارکر

بھگا دیا۔ پھر دوبارہ تین ہزار سپاہی بھیجے۔ جب لڑائی ہوئی تو خوارج کا سردار صالح مارا گیا۔ انہوں نے متفق ہو کر شبیب کے ہاتھ پر جو بڑا زہاد اور عابد شخص تھا۔ بیعت کر لی وہ ان کو ساتھ لیکر مدائن کی طرف چلا گیا۔

حجاج ان کے پیچھے برابر فوجیں بھیجتا رہا۔ اور وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے رہے ان کی کل تعداد ایک ہزار سے زائد نہ تھی۔

آخر شبیب جرات نگر کے خود کو زخمی گھس آیا۔ کئی دن تک وہاں رہا بہت سے لوگوں کو قتل کیا اور باسٹندوں پر سختیاں کیں۔ حجاج امرار درو سا قبل کو جمع کر کے ان کے مقابلہ کے لئے تیار ہوا۔ خوارج وہاں سے نکل کر چلے گئے اور کوئی ان کا تعاقب بھی نہ کر سکا۔

پھر حجاج نے پچاس ہزار عراقیوں کو روانہ کیا کہ ان کا اسبتیصال کر دیں لیکن ان ایک ہزار خارجیوں نے ان پچاس ہزار کو شکست دیدی اور دوبارہ پھر کوفہ میں آگئے۔ وہاں چار ہزار شامی فوج موجود تھی اس نے چاروں طرف سے نیردوں سے ان کو محصور کر لیا۔ شبیب کا بھائی مصدا اور بہت سے خارجی مارے گئے۔ باقی بچکر لکل بھاگے شامیوں نے تعاقب کر کے مقام ابنار میں گھیرا۔ وہاں شبیب نالہ میں ڈوب کر مر گیا۔ اور اس کے کل ساتھی مقتول ہو گئے۔ اس طرح پر خارجیوں کا یہ فرقہ بھی ختم ہوا۔

فتوحات عبدالملک کے عہد میں ہر چند کہ اندرونی شورشیں برپا رہیں اور

یردنی فتوحات کی طرف توجہ کرنے کی فرصت نہ ملی۔ تاہم چونکہ اس وقت امت کے جنگی اور فاتحانہ جذبات جوش پر تھے اس لئے کچھ نہ کچھ مالک تسخیر ہونے رہے۔ خوارزم کی مہم سے فارغ ہو کر مہلب نے مشرق کا رخ کیا۔ ۳۵۵ء میں دریائے جیحون سے آکر شہر کس میں فر دکش ہوا۔ ترکستان کا ایک امیر سبیل مقابلہ کے لئے آیا۔ مہلب کے بیٹے یرید نے اس کو شکست دی۔ وہ قلعہ گیر ہو گیا اور پھر کچھ شیشکیش دیکر صلح کر لی۔

شاہ بخارا چالیس ہزار فوج لے کر نکلا۔ مہلب کا دوسرا بیٹا حبیب اس کے مقابلہ کے لئے گیا۔ متعدد لڑائیاں ہوئیں لیکن کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ مہلب دو سال تک وہاں رہا۔ اسی زمانہ میں اس کا بیٹا مغیرہ جو اس کی طرف مرد کا فائل تھا انتقال کر گیا۔ اس کا اس کو سخت صدمہ ہوا خود مرد میں آیا اور وہیں ذی الحجہ ۳۵۶ء میں وفات پا گیا۔

عبدالملک نے اس کے بیٹے یرید کو اس کے بجائے خراسان کا والی بنا دیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد حجاج نے یرید کو معزول کر کے اس کے بھائی مفضل کو اس کی جگہ پر مقرر کیا۔ اس نے بادغیس کو فتح کیا پھر مفضل کو بھی علیحدہ کر کے قتیبہ بن مسلم باہلی کو بھیجا۔

اندرونی خلفشار کی وجہ سے شمال میں رومیوں کا غلبہ زیادہ ہو گیا تھا۔ عبدالملک جس وقت مصعب کے مقابلہ کے لئے شام سے عراق کی

طرف روانہ ہو گیا اس وقت رومیوں نے شام پر حملہ کیا۔ عبد الملک نے ایک ہزار دینار روزانہ خرچ پر مجبوراً ان سے صلح کر لی۔

جب باہمی شورش کی گھٹا اٹھ گئی اور شام میں شوائق اور صوالف فوجیں مرتب ہو گئیں تو مقام قیساریہ میں رومیوں کے ساتھ ایک بڑا معرکہ ہوا۔ جس میں ان کو شکست ہوئی۔ ۳۸۶ء میں قالیقلا اور ۳۸۷ء میں مصیصہ کو ان کے ہاتھ سے عبد اللہ بن عبد الملک نے چھین لیا۔

آنحضرت کی بعثت سے قبل قریش نے جب کعبہ کی تعمیر کی تھی تو **بنار کعبہ** سرمایہ گھٹ جانے کی وجہ سے شمالی سمت میں بنیاد ابراہیمی سے چھ گز عمارت چھوٹی کر دی تھی۔

یزید کے عہد میں حصین نے جب محاصرہ کیا اور منجنیق سے پتھر پھینکے تو کعبہ کی دیواریں جا بجا سے ٹوٹ گئیں۔ عبد اللہ بن زبیر نے ۳۶۵ء میں کعبہ کو مہندم کرا کے نئے سرے سے تعمیر شروع کی اور چونکہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا تھا کہ اگر اہل مکہ نئے نئے مسلمان نہ ہوتے تو میں کعبہ کو گر کر پھر بنیاد ابراہیمی پر بناتا۔ اس لئے قدیم بنیادوں پر اس کو بنایا۔ اور شمال جانب چھ گز بڑھا دیا۔

جب عبد اللہ قتل ہو گئے اور حجاج مکہ کا والی ہوا تو اس نے پھر کعبہ کو قریش کی بنیادوں پر کر دیا۔ اب اس کی موجودہ عمارت کسی قدر ابن زبیر کی نہائی



ہوئی ہے اور باقی حجاج کی۔

**ح** اپنی خلافت کے زمانہ میں عبداللہ بن زبیر امیر حجاج ہوتے رہے ۶۸۰ء میں  
امت میں ایسا تفرقہ تھا کہ میدان عرفات میں ایک وقت میں چار جھنڈے  
کھڑے کئے گئے۔ ایک عبداللہ بن زبیر دوسرا محمد بن حنفیہ۔ تیسرا کعبہ بن علم خابجی  
اور چوتھا بنی امیہ کا تھا۔ لیکن خیریت رہی۔ باہم جنگ نہیں ہوئی ابن زبیر کے  
بعد بنی امیہ کے زیر انتظام حجاج ہونے لگا۔

مردان نے اپنے دونوں بیٹوں عبد الملک اور اس کے بعد عبدالعزیز  
**ولایت عہد** کو اپنا ولی عہد بنایا تھا۔ ۶۸۵ء میں عبد الملک نے چاہا کہ عبد العزیز  
کی ولی عہدی کو منسوخ کر کے اپنے بیٹے ولید کو ولی عہد بنائے اس معاملہ میں اس  
نے قبیلہ بن ذویب سے مشورہ لیا۔ اس نے منع کیا اور کہا کہ لوگوں کو آپ کے اوپر  
اعتبار نہیں رہے گا۔ اسی دوران میں عبد العزیز کا انتقال ہو گیا۔

عبد الملک نے اپنے حسب منشا اپنے دونوں بیٹوں ولید اور سلیمان  
کو یکے بعد دیگرے ولی عہد بنایا۔ سب لوگوں نے بیعت کی۔ لیکن شیخ مدینہ  
سعید بن مسیب نے انکار کیا اس پر ان کو وہاں کے امیر مشام بن اسماعیل نے  
مارا اور تشہیر کر کے قید کر دیا۔ عبد الملک نے جب سنا تو مشام پر غنا ب نازل کیا۔  
اور لکھا کہ تم نے بہت بُرا کیا۔ سعید نے اگر بیعت نہیں کی تو کیا ہوا۔ ان سے کسی  
قسم کی مخالفت کا خطرہ نہیں۔

عبد الملک نے اولکاح کئے۔

### ازواج و اولاد

(۱) ولادہ بنت عباس۔ اس سے ولید۔ سلیمان اور

مروان اکبر پیدا ہوئے۔

(۲) عاتکہ۔ بنت یزید اول۔ اس کے لطن سے۔ یزید مروان اصغر، معاویہ

اور ام کلثوم پیدا ہوئے۔

(۳) ام ہشام۔ بنت ہشام بن اسماعیل۔ اس سے ایک بیٹا ہشام پیدا ہوا۔

(۴) ام ایوب۔ بنت عمرو بن عثمان۔ یہ حکم کی والدہ تھیں۔

(۵) بنت میغرہ۔ بن خالد۔ اس سے ایک لڑکی فاطمہ پیدا ہوئی۔

(۶) شعرا بنت سلمہ طائی۔

(۷) حضرت علی ابن طالب کی ایک بیٹی۔

(۸) بنت عبد اللہ بن جعفر۔

(۹) عائشہ بنت موسیٰ بن طلحہ۔ اس سے بکار پیدا ہوا۔

ان کے علاوہ متعدد دامہرات اولاد سے کئی بیٹے عبد اللہ۔ مسلمہ۔ منذ

عتبہ۔ محمد سعید الخیر اور حجاج تھے۔

۱۵ ارشوال یوم پنجشنبہ ۸۶ھ مطابق ۱۹ اکتوبر ۶۷۶ء میں

عبد الملک نے دمشق میں وفات پائی۔ عمر ۶۰ سال کی تھی

### وفات

مدت خلافت ۲۱ سال اور ایک ماہ ۱۵ دن۔

## صفات

عبد الملک علم و فضل اور ہمت و شجاعت میں ممتاز تھا اس نے اپنے عزم راسخ کی بدولت امت کے سیاسی تفرقے مٹا کر ۳۳ھ میں پیران کو ایک علم کے نیچے مجتمع کیا وہ کہا کرتا تھا کہ میں آج تمام امت میں بچنے کسی شخص کے ہاتھ میں یہ قوت نہیں دیکھتا کہ وہ عنان خلافت کو سنبھال سکے۔

عبد اللہ بن زبیر کے متعلق اس کی رائے یہ تھی کہ وہ بڑے نمازی اور عابد زاہد ہیں لیکن چونکہ ان کی طبیعت میں بخل ہے اس لئے خلافت کے قابل نہیں۔ اس نے اپنے مقاصد کو پورا کرنے میں جن سختیوں سے کام لیا اس کی معذرت میں کہا کرتا تھا کہ اگر حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہم کو بھی ایسے جاہل اور سرکش لوگوں سے پالا پڑتا جن سے ہم کو پڑا ہے تو لا محالہ وہ بھی یہی کرتے جو ہم نے کیا۔ اس کے اوپر سب سے بڑا جو الزام ہے وہ یہ ہے کہ اس نے عمرو بن سعید کو امان دینے کے بعد بد عہدی کر کے قتل کر ڈالا۔ یہ پہلی غداری تھی جو کسی خلیفہ اسلام سے ظہور میں آئی۔

ایک گرفت اس کے اوپر یہ بھی کی گئی کہ ایک بار اس نے خطبہ میں برسبر مبنر کہا کہ آج سے جو شخص اس مقام پر مجھ سے یہ کہے گا کہ اللہ کا خوف کر۔ میں اسے قتل کر دوں گا۔

جب لوگوں نے اس کے متعلق اس سے دریافت کیا تو اس نے کہا کہ اکثر لوگ اپنی شہرت کی خاطر مجھ کو خطبہ میں ٹوکتے ہیں اس لئے ممالغت کی ہے لیکن

یہ کوئی معقول جواب نہیں۔

## ولید اول

ولید بن عبد الملک و لاوہ بنت عباس کے شکم سے ۵۷ھ میں پیدا ہوا تھا۔ عبد الملک نے اس کو اپنی زندگی میں ولی عہد قرار دے دیا تھا۔ اس کے دفن سے واپس آکر ولید نے جامع دمشق میں تقریر کی۔ لوگوں نے ان کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی۔

ولید کا زمانہ امن و سکون کا زمانہ تھا۔ خوارج کی قوت ٹوٹ چکی تھی، اور شیعہ بالکل دب گئے تھے اس لئے نہ کوئی مخالف کھڑا ہوا نہ کسی قسم کی شورش برپا ہوئی۔ اس نے اندرونی اصلاحات کی طرف اپنی توجہ منقطع کی نیز اس کے عہد میں بڑے بڑے سپہ سالاروں نے نام اچھالا اور عظیم الشان فتوحات کیں۔

ولید کو امت کی خوشحالی کا بہت خیال تھا اس نے

تمام اسلامی صوبوں میں سرٹکیں لگاوائیں۔ جا بجا دریاؤں

**اصلاحات داخلہ**

اور چشموں پر پل بندھوائے۔ راستے درست کرائے اور ان میں جہاں جہاں ضرورت دیکھی کنوئیں کھدوائے نیز ہر قسم کے خطرات سے ان کو محفوظ رکھنے کا بھی سامان کیا۔ اور عمال سلطنت کے نام پر جگہ احکام بھیجے کہ وہ راستوں کی حفاظت کا انتظام اور باشندوں کی آسائش کا سامان کریں۔

اس نے بیماروں اور اپاہجوں کے لئے شفاخانے اور محتاج خانے اور  
 ایسوں کے لئے الگ مکانات بنوائے۔ جہاں ہر ایک کو کھانا کپڑا دیا جاتا تھا اور  
 علاج کیا جاتا تھا۔ معذوروں اور اندھوں کی خدمت اور رہنمائی کے لئے ایک  
 خادم بھی ملتا۔

مدینہ میں پانی کی قلت تھی وہاں چشمہ سے ایک ہنر لاکر فوارہ بنا دیا جس سے  
 شکایت جاتی رہی۔

ولید کو عمارت کا بھی بہت شوق تھا۔ مسجد مشن کی عظیم الشان عمارت  
 کی تعمیر کردہ ہے اس کی تیاری پر بہت بڑا جشن کیا تھا۔  
 ۳۵ھ میں اس نے مدینہ میں حکم بھیجا کہ مسجد نبوی بڑھائی جائے اور  
 بہت المومنین کے حجرے بھی اس میں شامل کر دیئے جائیں۔

اہل مدینہ چاہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ حجرے بہ دستور  
 یکم رکھے جائیں۔ تاکہ امت کے لوگ جو ہر طرف سے یہاں زیارت کے لئے  
 آتے وہ دیکھیں کہ کس سادگی کے ساتھ ان کے بنی نے دنیا میں زندگی بسر کی تھی  
 لیکن ان کے نالہ و فریاد کو کسی نے نہیں سنا۔ اور بجز حجرہ عائشہ کے جس میں ان کی  
 قبریں تھیں باقی حجرے مسجد کے رقبہ میں شامل کر لئے گئے۔

ولید نے مسجد نبوی کی تعمیر میں فیصلہ روم سے بھی امداد چاہی اس نے  
 ایک لاکھ زرخ۔ چالیس شتر بارنگ بزننگ کے سنگ ہرے پچی کاری کیلئے

اور ایک سو کارگر بھیج دیئے۔

حجرۃ عائشہ کو جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین کی قبریں ہیں اس خیال سے کہ نماز میں سامنے نہ پڑے لوگ مسجد سے خارج کرنا چاہتے تھے لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جو اس زمانہ میں والی مدینہ تھے غور کر کے اس مشکل کو اس طرح حل کیا کہ مسجد کے شمالی حصہ کو مثلث بنا دیا۔ جس کی وجہ سے حجرۃ مذکورہ اس کے کنارے کے زاویہ میں اس طرح آگیا کہ وہ نمازیوں کے قبلہ رخ نہیں پڑ سکتا۔ تیار ہوجانے کے بعد ۹۹ھ میں ولید خود اس کے معائنہ کے لئے آیا۔ عمر بن عبدالعزیز اس کے ساتھ ساتھ تھے۔ ولید کے داخلے کے وقت مسجد نبوی سے سب لوگ خارج کر دیئے گئے۔ لیکن فقیہہ مدینہ سعید بن مسیب حسب معمول اپنی جگہ پر بیٹھے رہے۔ ایک شخص نے ان سے جا کر کہا کہ اس وقت آپ باہر چلے جائیں۔ جواب دیا کہ روزانہ میرے اٹھنے کا جو وقت ہے اس سے پہلے نہیں جاؤں گا۔ اس نے کہا کہ خلیفہ ولید مسجد میں آیا ہوا ہے اس کو انکار سلام کیجئے انہوں نے اس سے بھی انکار کیا۔ اور اپنی جگہ پر بیٹھے اطمینان کے ساتھ اپنے درد میں مشغول رہے۔ عمر بن عبدالعزیز اس خیال سے کہ کہیں ولید کی نظر ان کے اوپر پڑ جائے اور وہ کوئی سخت حکم نہ دیدے اس کو ان سے دور مسجد میں لئے لئے پھرتے تھے آخر منبر کے قریب آکر اس کی لگا د پڑ گئی۔ پوچھا کہ کیا یہ شیخ سعید ہیں؟ عمر بن عبدالعزیز نے کہا ہاں! اور پھر ان کی تعریف شروع کی۔ اور کہا کہ کبرنی کی وجہ سے ان

و کم نظر آتا ہے ورنہ وہ آپ کو سلام کرتے اور ملتے۔ ولید نے کہا ہم خود ان کو سلام کریں گے اور ملیں گے۔ چنانچہ ان کے پاس آیا اور سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ اور مزاج یو چھا لیکن اپنی جگہ سے نہیں ہلے ولید نے بھی خیر دعائیت دریافت کی۔ اور چلا گیا اور عمر سے کہا کہ یہ بزرگانِ سلف کی یادگار ہیں۔

ولید کے زمانہ میں چار سو سالوں نے بہت عظمت اور

شہرت حاصل کی۔ محمد بن قاسم بن محمد ثقفی۔ قتیبہ بن مسلم باہلی۔

سوسی بن نصیر اور مسلم بن عبد الملک جو خود ولید کا بھائی تھا۔

ان کے کارناموں کو ہم ترتیب دار لکھتے ہیں۔

سراذیب کے راجہ نے چند جہازوں میں قیمتی تحفے اور ان مسلمانوں

محمد بن قاسم کے یتیم بچوں اور بیوہ عورتوں کو جو اس جزیرہ میں گزر گئے

تھے حجاج کے پاس روانہ کیا۔ راستہ میں مقام دیبل میں سندھ کے راجہ داہر کے

سپاہیوں نے ان جہازوں کو لوٹ لیا اور مسلمان بچوں اور بیوہ عورتوں کو گرفتار

لیا۔ حجاج نے جب یہ واقعہ سنا تو راجہ داہر کو لکھا کہ ہمارے آدمیوں کو جو تمہارے

سپاہیوں نے لوٹ لئے ہیں ہمارے پاس بھیج دو۔ راجہ داہر نے جواب دیا کہ جن

لوگوں نے لوٹا ہے ان سے تم خود آکر چھڑالو۔

حجاج نے دربارِ خلافت کی منظوری سے عبداللہ اسلمی کو چھ ہزار فوج

کے ساتھ روانہ کیا۔ راجہ داہر کی فوج نے اس کا مقابلہ کیا اور شکست دیدی  
 عبداللہ مقتول ہوا۔ حجاج نے پھر چھ ہزار فوج روانہ کی اس نے بھی شکست کھا  
 اس کے بعد اس نے اپنے بھتیجے محمد بن قاسم کو بسترہ سالہ لوزجوان تھا۔ چھ ہزار شاہ  
 فوج کے ساتھ سندھ کی مہم پر بھیجا۔ پہلے اس نے صوبہ مکران پر جو مسلمانوں کا تھا  
 اور جس پر داہر کی فوجیں قابض ہو گئی تھیں قبضہ کیا اس کے بعد سندھ کے سرحد کی  
 آیا۔ حجاج نے ایسا بند و لبت کیا تھا کہ ہر تیسرے دن دونوں طرف کے خطوط  
 ایک دوسرے کے پاس پہنچتے تھے۔

محمد نے دیبل کا محاصرہ کیا۔ دشمن اثنائے محاصرہ میں ایک بار لٹکر صرف  
 ہوا۔ محمد نے شکست دیدی اور قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ ایک مسجد تعمیر کرائی اور چار  
 سپاہی طلب کر کے وہاں متعین کئے پھر آگے بڑھا۔ بیرون کے باشندوں  
 مصالحت کر لی۔ دریائے سندھ کے قریب جس وقت پہنچا تو سرسیدس کے رقبہ  
 آکر صلح کر لی اور خراج دینا منظور کیا۔ وہاں سے سہدان کی طرف پیش قدمی  
 اور اس کو فتح کیا۔ اب راجہ داہر فوجیں تیار کر کے خود مقابلہ میں آیا۔ ہاتھیوں  
 وجہ سے تازی گھوڑے قابو سے باہر ہو گئے۔ مسلمانوں نے پیدل جنگ کی  
 شام کے وقت داہر مارا گیا۔ اس کی فوج شکست کھا کر بھاگی اور برہمنا آباد  
 جا کر مجتمع ہوئی۔ محمد بھی اسی طرف بڑھا اور پہلے راور پور لڑائی ہوئی اس کو  
 کر کے برہمنا آباد پہنچا۔ غنیمت کو شکست دی۔ اور اپنا عامل مقرر کر کے سادھ



کا محاصرہ کیا۔ وہاں کے باشندوں نے امان مانگ لی۔ پھر لسمہ اور روڈ کے رئیسوں نے صلح نامے لکھے۔ محمد نے روڈ میں بھی ایک مسجد بنوائی۔ پھر دریا کو عبور کر کے ملتان کا محاصرہ کیا۔ اس کی فتح میں بہت مال غنیمت ہاتھ آیا ملتان سے مختلف سمتوں میں فوج کے دستے بھیجے اور بہت تھوڑے عرصہ میں سارا سندھ فتح کر لیا۔

قتیبہ کو حجاج نے ۱۶ھ میں خراسان کا امیر مقرر کیا اس

**قتیبہ بن مسلم باہلی**

نے وہاں پہنچ کر فوج کے سامنے جہاد کی فضیلت پر ایک مبلغ خطبہ پڑھا۔ اس کے بعد ایک شخص کو مرد میں اپنا قائم مقام چھوڑ کر خود فوج لیکر طالقان کی طرف روانہ ہوا۔ جب دریائے جیون کو عبور کیا تو فرمانروائے صنعانیان حاضر ہوا۔ اس نے ہدیے اور تحفے پیش کئے وہاں سے آگے بڑھا۔ کفتان اور طخارستان کے بادشاہوں نے بھی آکر مصالحت کر لی۔ قتیبہ لشکر پر اپنے نائب چھوڑ کر مرد میں آ گیا۔

حجاج نے اعتراض کیا اور لکھا کہ لشکر چھوڑ کر چلے آنا اصول سپہ سالاری کے خلاف ہے۔ تم جب کہیں لشکر کھینچو تو فوج کے آگے رہو اور جب واپس آؤ تو پیچھے۔ ۱۶ھ میں ایک توزانی رئیس نیرک نے آکر صلح کی۔ اس کے پاس بہت سے مسلمان قیدی بھی تھے اس نے سب کو رہا کر دیا۔

دریائے جیون کے قریب شہر بکلند کے رئیس نے اہل سندھ سے مدد لے کر ایک بہت بڑی جمعیت فراہم کی تھی۔ قتیبہ اس طرف بڑھا انہوں نے چاروں طرف

سے راستے روک دیئے۔ دو مہینے تک برابر جنگ رہی اس عرصہ میں قتیبہ کی کچھ خبر حجاج کو نہ مل سکی اس لئے وہ اس سخت متردد رہتا۔

ایک دن مسلمانوں نے جی توڑ کر آخری حملہ کیا۔ اسی روز اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی۔ دشمن چاہتے تھے کہ بھاگ کر شہر میں داخل ہو جائیں۔ لیکن قتیبہ نے ان کا راستہ روک دیا۔ مجبوراً وہ دائیں بائیں لٹکائے۔ شہر کے لوگوں نے صلح کر لی۔ وہاں ایک عامل مقرر کر دیا۔ جب واپس ہوئے تو معلوم ہوا کہ سیکند والوں نے غداری کی اور وہاں کے عامل اور مسلمانوں کو قتل کر ڈالا۔ قتیبہ نے واپس آ کر پھر شہر کو فتح کیا۔ اور مجرموں کو سزائیں دیں اس کے بعد مرد میں واپس آ گیا۔

موسم بہار میں فوج کا سامان درست کر کے بخارا کی متصل نوسکت پر حملہ کیا اور اس کو فتح کر کے آگے بڑھا۔ راستہ میں سفدیوں اور فرغانیوں اور ترکوں نے متفق ہو کر مقابلہ کیا اور شکست کھائے۔ امیر نیرک نے بھی جو اسلام نہیں لایا تھا اس لڑائی میں مسلمانوں کا ساتھ دیا۔ اور سپہ گری کے جوہر دکھائے۔ قتیبہ نے ترمذ میں پہنچ کر دریا کو عبور کیا۔ اور مرو میں آیا۔

چند مہینے کے بعد بخارا کا محاصرہ کیا۔ مگر بے نیل مرام واپس آنا پڑا۔ حجاج نے جب اس ناکامی کا حال سنا تو قتیبہ سے بخارا کا نقشہ طلب کیا اس کے بعد لکھا کہ فلاں سمت سے اس پر فوج کشی کی جائے۔ قتیبہ نے اس کے حکم کے مطابق سنہ ۹۰ میں پھر چڑھائی کی۔ والی بخارا نے ترکوں اور سفدیوں سے امداد طلب کی۔ وہ

لوگ آگئے اور اہل بخارا بھی شہر سے نکلے مسلمان جو محاصرہ میں تھے بیچ میں پڑ گئے  
اس لئے زیادہ نہ بڑھ سکے بہت سے لوگوں کے قدم اکھڑ گئے اس ہنگامہ میں  
غنیم قلب لشکر تک چڑھ آیا اور وہاں سے بھی گزر کر ساقہ اور حرم تک پہنچ گیا  
عربی عورتوں نے بھاگنے والے مسلمانوں کو روکا۔ اور چلا ہیں اس لئے لوگ پلٹے۔  
قتیبہ نے کہا آج کون قبیلہ ہے جو ان دشمنوں کو مار کر پیچھے ہٹا دے کسی نے کچھ جواب  
دیا۔ لیکن بنی تمیم کا سردار وکیع مستعد ہوا اور اپنے اہل قبیلہ کو ساتھ لے کر دوسری  
طرف سے دریا کو عبور کیا۔ دوسرا کئی سردار ہر کم بھی سواروں کا دستہ لئے ہوئے  
اس کے ساتھ گیا۔ وکیع نے دریا سے اترتے وقت یہ کہہ دیا تھا کہ جو شہادت چاہتا  
ہے وہی صرف میرے ساتھ چلے۔ دوسرے لوگ نہ جاہیں۔ آٹھ سو آدمیوں نے اس  
کا ساتھ دیا وہ پیچھے سے دشمنوں پر آپڑا۔ اور اس بے جگری کے ساتھ حملہ کیا کہ وہ اپنی  
جگہ ٹھہر نہ سکے۔ خاقان اور اس کا بیٹا دونوں زخمی ہو گئے اس کے بعد قتیبہ حملہ  
کر کے شہر میں داخل ہو گیا۔ اور بخارا کو فتح کر لیا۔  
اس عظیم الشان فتح سے گرد و لواح کے بادشاہ مرعوب ہو گئے اور سب نے  
اکر جزیہ پر صلح کر لی۔

۹۳ھ میں خوارزم پر قبضہ کیا پھر سمرقند پر جنگ ہوئی اس میں بخارا اور  
خوارزم کے غیر مسلم باشندوں نے مسلمانوں کا ساتھ دیا جب وہ فتح ہوا تو  
قتیبہ نے وہاں ایک مسجد بنوائی اور اس میں نماز ادا کی اور اپنے بھائی عبداللہ کو

وہاں کا عامل مقرر کر کے خود مرو میں آگیا۔

۹۲ھ میں شاس اور فرغانہ کو فتح کرتے ہوئے خجند اور کاشان تک

مسخ کیا۔ ۹۶ھ میں کاشغر پر قبضہ کیا۔ وہاں سے ہمسیرہ بن مشرح کلابی کو موچین

شخصوں کے بادشاہ چین کے پاس سفیر بنا کر بھیجا۔

اشکے گفتگو میں بادشاہ چین نے ان سے کہا کہ قیتہ کے پاس فوج کے

اور حرص زیادہ ہے۔ میری طرف سے ان سے کہنا کہ وہ واپس چلے جائیں ورنہ

اتنی فوج بچوں گا جو ان کے ساتھیوں کا نام و نشان مٹا دے گی۔

ہمسیرہ نے جواب میں کہا کہ اس لشکر کی تعداد کا تم کیا اندازہ کر سکتے ہو جس کا

ایک سواکھتارے ملک سے لگا ہوا ہے۔ اور دوسرا شام کی سرحد تک ہے اور اس شخص

کو تم کیسے جریں کہہ سکتے ہو جس نے دنیا کو باوجود اس پر قبضہ رکھنے کے بھی

چھوڑ رکھا ہو۔

آخر میں بادشاہ چین نے ان کی دلجوئی کی اور ہدیے دیکر انکو رخصت کیا

موسیٰ بن نصیر قیردان کا والی تھا۔ اس نے ولید سے

**موسیٰ بن نصیر**

درخواست کی کہ اندلس پر لشکر کشی کی اجازت دی جائے۔

ولید نے لکھا کہ پہلے امتحاناً وہاں کوئی دستہ بھیج کر وہاں کی حالت

کا اندازہ کر دو۔ موسیٰ نے اپنے غلام طریف کو چار سو سپاہیوں کے ساتھ چار

کشتیوں میں روانہ کیا۔ وہ اندلس کے جنوبی جزیرہ نکا کے مغربی ساحل پر جواب

اسی کے نام سے موسوم ہے اترا۔ اور آگے بڑھ کر الحضرار کو تاخت و تاراج کیا۔  
وہاں سے مال غنیمت لیکر واپس آیا۔

۹۱ھ میں موسیٰ نے اپنے دوسرے غلام طارق بن زیاد کو سات  
ہزار فوج دیکر بھیجا اس میں زیادہ تر بربر شامل تھے یہ آبنائے کو عبور کر کے جزیرہ  
نمائے مذکورہ کی مشرقی ساحلی چٹان پر قابض ہو جو اسی کے نام جبل طارق  
مشہور ہے وہاں سے اتر کر الحضرار کو فتح کیا۔ اندلس کا بادشاہ راڈرک اطلاع  
پاکر ایک لاکھ فوج لے کر مقابلہ کے لئے چلا۔ طارق نے موسیٰ کو یہ کیفیت لکھی  
اور اس سے امداد طلب کی۔ موسیٰ نے پانچ ہزار سپاہی اور بھیج دیئے اور بارہ ہزار  
کی تعداد پوری کر دی۔ کیونکہ یہ وہ تعداد ہے جس کو مسلمان ہمیشہ بڑی سے بڑی  
لڑائی فتح کرنے کے لئے کافی سمجھتے رہے ہیں۔

راڈرک سے جب مقابلہ ہوا تو سخت جنگ ہوئی۔ مسلمانوں کے لئے باموت  
تھی یا فتح۔ کیونکہ اسپانیہ کا خیال ترک کر کے کشنوں کو انہوں نے پہلے ہی آگ  
لگا دی تھی۔ اللہ کا نام لے کر نہایت جان بازی سے لڑے اور آخر کار میدان  
حبت لیا۔ راڈرک شذوذ کی نواحی میں دریائے لکے میں ڈوب کر ہلاک ہو گیا۔  
اس فتح کی خبر جب موسیٰ کو ملی تو وہ خود فوجیں لے کر ۹۲ھ میں وہاں  
پہنچا اور سارے اندلس کو فتح کر لیا۔ قرطبہ کو صد مقام قرار دے کر اپنے بیٹے  
عبدالعزیز کو وہاں کا عامل مقرر کر دیا۔

مشرقی اندلس میں برشلونہ فتح کرنے کے بعد موسیٰ یہ چاہتا تھا کہ وسطی اور پکے  
گزر کر قسطنطنیہ فتح کرتا ہو اور الخلفاء کو واپس چلوں لیکن جب اس ارادہ کی ولید  
کو اطلاع ملی تو اس نے بوجہ ان دشواریوں کے جو راستہ میں حائل تھیں اجازت  
نہیں دی اور براہ اولیٰ اس کو اپنے پاس طلب کیا۔

وہ بہت سے تحفے اور ہدیے لیکر روانہ ہوا۔ لیکن جب دارالخلافہ میں پہنچا تو  
ولید کا انتقال ہو چکا تھا۔

یہ ہمیشہ رومیوں کے مقابلہ میں رہا۔ ہر سال ان کے  
**مسلم بن عبد الملک** اوپر فوج کشی کرتا تھا اور ان کے ہاتھ سے بڑے بڑے  
قلعے چھین لیتا تھا۔ اس نے جو قلعے لے ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں قلعہ طوانہ  
عموانہ، مرقلہ، قمونہ، سبیلہ، اور طرسوس وغیرہ۔

حجاج نے ۹۵ھ میں کوفہ میں وفات پائی اس کی عمر  
**وفات حجاج** ۵۴ سال کی تھی۔ وہ تین سال مکہ کا امیر رہا اس کے بعد  
پورے بیس سال تک عراقین یعنی کوفہ۔ بصرہ اور کل مشرقی ممالک کا نائب  
سلطنت رہا۔ وہ دنیاوی عروج کا شہساز تھا۔ جاہ پسند۔ نہایت خوریز اور  
ظالم امیر تھا۔ یہاں تک کہ سفاکی میں اس کا نام بھی ہلاک و غیرہ کی طرح ضرب المثل ہے  
وہ خود کہتا تھا کہ میں سحت حاسد اور کینہ ور آدمی ہوں لیکن اس کے ساتھ اس میں  
خوبیاں بھی تھیں۔ وہ نہایت زبردست مقرر اور زبان آور خطیب تھا۔

قرآن دانی میں سوائے امام حسن بصری کے اپنا جواب نہیں رکھتا تھا۔  
 اور شجاعت، جفاکشی، راست گوئی اور کارگزاری میں ممتاز تھا اس نے عراق  
 میں اپنے قوی بازوؤں سے امن و امان قائم کیا۔ لیکن اس اصلاح میں جس آذر  
 خون بہایا اس کو دیکھتے ہوئے یہ اس کا کوئی قابل تعریف کارنامہ نہیں کہا جاسکتا۔

عبد الملک نے اپنے دونوں بیٹوں ولید اور سلیمان  
**ولایت عہد** کو یکے بعد دیگرے دلی عہد بنایا تھا۔ ولید نے خلیفہ ہو جانے  
 کے بعد سلیمان کے بجائے اپنے بیٹے عبد العزیز کو دلی عہد کرنا چاہا امرارہ مشورہ  
 لیا۔ بجز قتیبہ اور حجاج کے اور کوئی اس کا موافق نہ نکلا ولید اس فکر میں تھا کہ اس کی  
 کوئی صورت نکالے کہ اسی درمیان میں اس کی وفات ہوگئی اور سلیمان تخت  
 خلافت پر آگیا۔

ولید نے ۱۵ جمادی الثانی ۹۶ھ مطابق ۲۵ فروری  
**وفات ولید** ۱۵ھ کو سرزمین شام کے مقام دیر ہراں میں وفات پائی  
 اس کا سن ۶۲ سال کا تھا ۹ سال مہینے خلافت کی اور ۱۹ بیٹے چھوڑے۔

## سلیمان بن عبد الملک

سلیمان کی ولادت ۵۳ھ میں ہوئی۔ جب ولید کا انتقال ہوا تو وہ  
 رملہ میں تھا جمادی الثانی ۹۶ھ میں اس کے ہاتھ پر بیعت خلافت ہوئی۔

حجاج چونکہ سلیمان کو ولیعهدی سے معزول کرانے میں ولید کا ہم خیال  
 تھا اس لئے سلیمان حجاج اور اس کی جماعت کا سخت دشمن تھا۔ اور یزید بن مہلب  
 کو جو حجاج کا حریف تھا اپنا مخلص سمجھتا تھا یہی وجہ تھی کہ حجاج کو خوف دامن  
 رہتا تھا کہ ولید کے بعد اگر میں سلیمان کے قابو میں پڑ گیا تو وہ بڑی طرح میرے  
 ساتھ پیش آئے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو ولید سے ایک سال قبل ہی دنیا  
 سے اٹھالیا۔

سلیمان جب خلیفہ ہوا تو اس نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ یزید بن ابی کبشہ  
 کو سندھ کا والی بنا کر بھیجا کہ وہ محمد بن قاسم کو گرفتار کر کے بھیج دے۔ جب  
 وہ وہاں سے بھیجا گیا تو واسط میں اس کو قید کر کے صالح بن عبد الرحمن کو اس  
 کے اوپر مسلط کیا۔ اس نے اس قدر سختیاں کیں کہ وہ ہلاک ہو گیا۔

اس کینہ پرور خلیفہ نے اس نوجوان سپہ سالار کے عظیم الشان کارناموں  
 کا کچھ لحاظ نہ کیا۔ اور محض اس جرم پر کہ وہ حجاج کا عزیز تھا اپنے انتقام کے جوش  
 کو ٹھنڈا کرنے کے لئے اس کو ضیاع کر کے امت اور خلافت کی شوکت کو نقصان  
 پہنچایا کیونکہ جو سلطنت ایسے نامور کی خدمت کا یہ صلہ دے اس میں اور  
 لوگوں کو بڑے بڑے کام کرنے کا کس امید پر حوصلہ ہوگا۔

چنانچہ قتیبہ بن مسلم باہلی امیر خراسان و فاح بخارا و ترکستان محمد بن قاسم  
 کا بیٹہ دیکھ کر خوف زدہ ہو گیا اور اپنی کل فوج کو جمع کر کے چاہا کہ سلیمان کی



خلافت سے انکار کر دے لیکن قبیلہ بنی تمیم کا سردار و کعب اس پر راضی نہیں  
ہوا۔ اور جب زیادہ اختلاف بڑھا تو اس نے قتیہ کو قتل کر دیا۔

فاسخ اندلس موسیٰ بن نصیر کے ساتھ بھی اسی قسم کا سلوک ہوا۔ اس کو ولید  
نے اپنے زمانہ میں بلایا تھا جب وہ دمشق پہنچا تو ولید گزر گیا تھا۔ سلیمان اس سے  
برگشتہ خاطر تھا قید کر دیا۔ اور اس پر اس قدر تاوان لگا یا کہ وہ ادا نہیں کر سکا۔  
مجبوراً اعراب عرب سے مانگ مانگ کر پورا کیا۔

الغرض سلیمان کا آغاز عہد ان نامور حامیان اسلام اور فاتحان ملک  
کے ساتھ بد سلوکی کی وجہ سے امت کے لئے ایک سنگون بد تھا۔

خراسان میں قتیہ کے بجائے یزید بن مہلب کو بھیجا گیا اس  
نے دہستان کا محاصرہ کیا۔ اس کو فتح کر کے جرجان کی طرف  
گیا۔ وہاں کے باشندوں نے صلح کی۔ پھر طبرستان کی طرف بڑھا۔ سپہدار  
طبرستان قلعہ گیر ہو گیا اس محاصرہ میں خبر ملی کہ جرجان والوں نے بغاوت کر دی  
اور وہاں کے مسلمانوں کو مار ڈالا اس لئے پھر واپس آ کر اس کو فتح کیا اور مجرموں کو  
سزائیں دیں۔ اس کے بعد طبرستان پر قبضہ کیا۔ خمس غنیمت کا شمار ساٹھ لاکھ  
درہم تھا۔

۹۸ھ میں سلیمان نے اپنے بھائی مسلمہ کو جو رومیوں کے مقابلہ میں  
متعین تھا ایک فوج گراں دیکر قسطنطنیہ کی طرف روانہ کیا اس نے ایک سال

تک محاصرہ رکھا۔ اسی درمیان میں سلیمان کی وفات کی خبر پہنچی۔

سلیمان نے پہلے اپنے بیٹے ایوب کو اپنا ولی عہد مقرر کیا

### ولایت عہد

تھا لیکن وہ مر گیا۔ اس کے بعد رجا بن حیات سے عمر بن

عبد العزیز کے بارے میں مشورہ لیا۔ انہوں نے تائبہ کی اس لئے انہوں نے

ولی عہد می کا فرمان لکھ دیا۔ اور اپنے تمام خاندان کو جمع کر کے بلا اظہار نام کے سر پر

فرمان پوران سے بیعت لے لی کہ اس میں جس کا نام ہو گا وہی خلیفہ ہو گا۔

سلیمان نے یوم جمعہ ۲۱ صفر ۹۹ھ قنسرین کے قریب مقام

### وفات

والق میں انتقال کیا۔ سن ۴۵ سال کا تھا۔ مدت خلافت

دو سال آٹھ ماہ پانچ روز تھی۔

## حضرت عمر بن عبد العزیز

عمر بن عبد العزیز کی ولادت ۶۲ھ میں ہوئی ان کے والد عبد العزیز

بن مردان عبد الملک کے بعد ولی عہد تھے لیکن اس کی زندگی ہی میں انتقال

کر گئے اس لئے خلیفہ نہ ہو سکے۔ ان کی والدہ حضرت عمر فاروق کے بیٹے عامر کی

لڑکی تھیں۔

بچپن میں ان کے باپ نے ان کو مدینہ بھیج دیا تھا۔ وہیں ان کی تربیت

ہوئی تھی اور وہاں کے فقہاء اور علماء سے علم اور تفسیر حاصل کیا۔ علوم دینیہ میں

ان کا وہ پایہ تھا کہ اگر یہ امارت اور خلافت کے جھگڑوں میں مبتلا رہتے تو منجملہ ائمہ شرع کے ایک امام ماملے جاتے۔ میمون بن مہران کہا کرتے تھے کہ تمام علماء عمر بن عبد العزیز کے سامنے ان کے شاگرد معلوم ہوتے ہیں۔ مجاہد کا بیان ہے کہ ہم عمر کے پاس اس خیال سے آئے کہ ہم سے وہ کچھ سیکھیں گے لیکن ہم کو خود ان سے کچھ سیکھنا پڑا۔

اخلاق کی کیفیت یہ تھی کہ انہوں نے خود کہا کہ مجھے جب سے یہ معلوم ہوا کہ جھوٹا انسان کے لئے مضر ہے اس وقت سے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

ولید کے زمانہ میں یہ عامل بھی مقرر ہوئے تو مدینہ کے علماء و صلحا ان کے جلسے رہتے تھے۔ امارت مدینہ کے زمانہ میں کئی بار امیر مخ مقرر ہوئے۔

۹۹ء میں جب سلیمان کا انتقال ہو گیا۔ تو جابر بن حیات نے **خلافت** بنی امیہ کو واپس کی مسجد میں جمع کر کے ان سے دوبارہ فرمان و بیعت پر جمعیت لی۔ اس کے بعد خلیفہ کی وفات کی خبر سنائی۔ پھر وہ فرمان پوسر پھر نکلا کھول کر پڑھا اس میں عمر بن عبد العزیز کا نام تھا۔ ان کو اٹھا کر منبر پر بٹھا دیا۔ یہ اتنا لٹہ پڑھ رہے تھے کہ یہ بار میرے سر پر کیسے آ پڑا۔ اور شہام بن عبد الملک اتنا لٹہ پڑھ رہا تھا کہ خلافت مجھے کیوں نہ ملی۔

بیعت ہو جانے کے بعد شاہی سواری آئی لیکن انہوں نے تزک و احتشام کو پسند نہ کیا اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر گئے لوگوں نے قصر خلافت میں لے جانا چاہا،

فرمایا کہ وہاں ایوب کے اہل و عیال ہیں جب تک وہ منتقل نہ ہوں میں اپنے  
خیمہ میں رہوں گا۔

عمر بن عبد العزیز نے جمہوریت کی روح پھر مسلمانوں میں پھینک  
اصلاحات اور سیاست ملیہ کی تجدید کر کے اس کو صحیح اسلامی تعلیم کے  
مطابق مقرر کر دیا۔ اسی بنا پر علما و امت نے ان کو خلفائے راشدین میں شمار کیا  
ہے اور دوسری صدی کا مجدد قرار دیا ہے۔

صوبجات میں جو ظالمانہ رقبے اور نذرانے وغیرہ امرار نے اپنے اغراض  
مقرر کر رکھے تھے۔ ان کو ایک قلم منسوخ اور جس قدر ظالم عمال تھے ان سب کو  
موقوف کیا خاص کر حجاج کے رشتہ داروں کو جو ظلم و ستم کے عادی تھے تمام  
مناصب سے معزول کر کے عین کی طرف بھیج دیا۔ اور متفرق و منتشر کر دیا۔  
یزید بن مہلب امیر خراسان نے سلیمان کے زمانہ میں لکھا تھا کہ میں  
دو کروڑ درہم وصول کئے ہیں اس کو بلا کر حساب طلب کیا۔ اس کے کہا میں  
محض شہرت کی غرض سے لکھا تھا کیونکہ مجھے یقین ہے کہ سلیمان اس رقم کا  
مجھ سے نہیں کرے گا۔ فرمایا کہ یہ مال مسلمانوں کا ہے تم کو دنیا پرٹے گا اس  
جب ادا نہیں کیا تو اس کو قید کر دیا۔

سمرقند کے زمیوں کا ایک وفد ان کی خدمت میں آیا۔ اور کہا کہ تینہ ہون  
نے ہماری زمینیں ہم سے زبردستی چھین کر مسلمانوں کو دے دیں۔ اب آپ

الضائف کیجئے۔ عمر بن عبد العزیز نے وہاں کے عامل سلیمان بن ابی السری کے نام حکم بھیجا کہ اہل سمرقند میرے پاس قتیبہ کے ظلم کی شکایت لائے۔ تم ایک قاضی کو مقرر کر دو۔ جو اس معاملہ کو اچھی طرح سمجھ کر اس کا تصفیہ کر دے اگر واقعی ان کی زمینیں ناجائز طور پر سپاہیوں کو دے دی گئی ہوں تو تم ان کو شہر سے لشکر میں بلا لو اور زمینیں واکزشت کر دو۔

سلیمان نے قاضی جمیع بن حاضر کو اس مقدمہ کے لئے متعین کیا انہوں نے فیصلہ کیا کہ قتیبہ نے جو کچھ کارروائی کی وہ سب بے قاعدہ تھی۔ لہذا معاہدہ منسوخ۔ سپاہی شہر چھوڑ کر لشکر میں چلے آئیں۔ اس کے بعد جدید فتح ہو یا نیا صلحنامہ۔ سمرقند میں نے دوبارہ جنگ یا نیا عہد نامہ کرنا مناسب نہ سمجھا اور خود نزع سے دست بردار ہو گئے۔

مارڈالنا یا ہاتھ کاٹ لینا حد و شرعیہ ہیں اور خاص خاص جرائم میں جاری کی جاتی ہیں۔ ستم پیشہ حکام بات بات پر اس قسم کی سزائیں دینے لگے تھے۔ عمر بن عبد العزیز نے عام حکم شایع کیا کہ خلیفہ کو مطلع کئے بغیر اس قسم کی سزائیں کسی کو نہ دی جائیں۔

خلیفہ ہونے کے بعد انہوں نے قریش اور دیگر قبائل کے لوگوں کو جمع کر کے کہا کہ فدک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں تھا پھر ابو بکر اور ان کے بعد عمر اس کا انتظام کرتے رہے آخر میں مروان نے اس کو اپنی جاگیر میں لے لیا۔

اس کے بعد وہ مجھے ملا۔ میں تم لوگوں کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں پھر اسی  
 مصرف میں اس کو مسترد کرتا ہوں جس میں وہ آنحضرت کے عہد میں تھا اپنے  
 غلام مزاحم سے کہا کہ جو قطععات مجھے جاگیر میں ملے تھے نہ ان کے دینے والوں کو  
 دینے کا اختیار تھا نہ مجھے لینے کا حق تھا۔ لہذا میں نے طے کیا ہے کہ ان سے  
 دست بردار ہو جاؤں۔ مزاحم نے کہا عیال کا پھر کیا سامان ہو گا۔ ان کی آنکھوں  
 سے یہ سن کر آنسو جاری ہو گئے۔ اور فرمایا کہ وہ اللہ کے سپرد ہیں۔ مزاحم نے وہاں  
 سے آکر ان کے نو عمر بیٹے عبدالملک سے کہا کہ امیر المومنین اپنے اقطاع زمین کو  
 مسترد کر رہے تھے۔ میں نے تم لوگوں کے نقصان کے خیال سے ان کو اس سے  
 باز رکھا۔ عبدالملک نے کہ وہ بھی اپنے باپ کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے کہا کہ  
 تم خلیفہ کے بڑے مشیر ہو۔ پھر وہ خود عمر بن عبدالعزیز کے پاس آئے اور کہا کہ  
 مزاحم کی زبانی میں تے یہ خبر سنی ہے اب آپ کی کیا رائے ہے انھوں نے جواب دیا کہ  
 آج شام تک انشاء اللہ یہ کام کر ڈالوں گا۔

عبدالملک نے یہ کہا کہ جلدی کیجئے۔ معلوم نہیں کہ رات کو کیا گزرے یا  
 آپ کے دل میں کوئی دوسرا خیال پیدا ہو جائے۔

عمر نے اپنے بیٹے کی یہ سعادت مندی دیکھ کر کہا کہ اللہ کا شکر ہے جس نے  
 مجھے ایسی اولاد عطا فرمائی جو دین کے کام میں میری مدد کرتی ہے اور پھر اسی وقت  
 اپنی ملکیت کو اور جو کچھ ان کے اہل و عیال کے پاس تھا ان سب کو لے کر

ان لوگوں کو واپس کر دیا۔ جو اس کے اہل تھے۔  
 اس کے بعد اپنے خاندان والوں یعنی بنی امیہ کے پاس جو جائیدادیں  
 اور ملکیتیں تھیں اور جن پر انھوں نے غاصبانہ قبضہ کر رکھا تھا ان سب کو لے کر  
 جو ان کے اصلی مستحق تھے۔ ان کو دے دیا۔  
 بنی امیہ پر یہ امر نہایت گراں گزرا۔ وہ ان کی پھوپھی فاطمہ بنت ہریرہ  
 کو جن کا کہ وہ بہت ادب کرتے تھے بلالائے تاکہ وہ انہیں سمجھائیں۔ جب وہ  
 آئیں تو عمر بن عبد العزیز نے ان سے کہا کہ:-

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کے لئے رحمت بنا کر بھیجا  
 تھا۔ آپ نے ایک ایسا چشمہ چھوڑا کہ اس میں سب کو یکساں پینے کا  
 حق حاصل تھا۔ پھر اب بھولنے بھی اس چشمہ کو اسی حالت میں رکھا۔ اور  
 عمر نے بھی انہیں کی پردی کی۔ اس کے بعد یزید۔ مردان۔ عبد الملک  
 ولید اور سلیمان کے ہاتھوں میں آیا۔ انھوں نے اس میں سے نہریں  
 نکالیں۔ جن کی وجہ سے وہ خشک ہو گیا۔ اب پھر جب تک وہ اپنی  
 اصلی حالت پر لایا نہیں جائے گا۔ لوگ اس سے سیراب نہیں ہو سکیں گے۔  
 فاطمہ نے یہ سن کر کہا کہ میں تمہارے بھائیوں کے اصرار سے تم کو سمجھانے کے  
 لئے آئی تھی۔ لیکن جب تمہارا خیال ایسا ہے تو اب میں کچھ نہیں کہتی۔  
 پھر ان کے پاس سے آ کر یہ بات بنی امیہ کو سنائی اور کہا کہ تم لوگوں نے

سب کچھ خود ہی کیا ہے۔ عمر بن خطاب کی پوتی سے رشتہ کیا اب وہی نانیہالی  
ڈھنگ کی اولاد ہوئی۔

عمر بن عبدالعزیز اپنی امارت کے زمانہ میں نہایت شان و شوکت سے  
رہتے تھے لیکن خلافت کے زمانہ میں اپنا روزانہ خرچ صرف دو درہم رکھا۔ لباس اور  
غذا میں حضرت عمر کی سی سادگی اختیار کی۔

ان کے عہد میں آذربایجان پر دشمنوں نے حملہ کر کے مسلمانوں کو  
**فتوحات** قتل کیا۔ اور لوٹا۔ انہوں نے ابن حاکم باہلی کو فوج و بحریہ طرف  
روانہ کیا۔ اس نے جا کر غنیم کو نکالا اور اس کو سزا دی۔

اندلس کے لئے بھی امدادی فوج موحسان و سامان کے بھیجی۔ اور اسلحہ کو جو  
سیلمان کے زمانہ سے قسطنطنیہ کا محاصرہ کئے ہوئے چلا تھا۔ اور مسلمان سپاہی  
وہاں خستہ حال ہو رہے تھے واپس بلا لیا۔

مقام طرندہ میں چونکہ رومی حملے کیا کرتے تھے۔ اس لئے وہاں کی فوج  
کو ملطیہ میں بلا لیا اور طرندہ کی چھادنی کو مہندم کر دیا۔

خارجیوں نے ان کے عدل و داد کو دیکھ کر کہا کہ ایسے خلیفہ کے مقابلہ  
**خارج** میں خروج کرنا فضول ہے۔ صرف عراق میں ان کی ایک جماعت نے

سراٹھایا۔ عمر بن عبدالعزیز نے وہاں کے عامل کو لکھا کہ کسی منتخب سردار کے ہمراہ  
ایک فوج ان کی نگہبانی کے لئے متعین کر دو تاکہ وہ کوئی دراز دستی نہ کرنے پائیں



در اس سردار سے کہہ دو کہ جب تک وہ کسی کو نہ ماریں اس وقت تک ان سے  
مرض نہ کرے۔ چنانچہ محمد بن حریرہ بن عبد اللہ بجلی دو ہزار سواروں کے ساتھ  
ان کے اوپر متعین کئے گئے۔

عمر بن عبد العزیز نے خود خوارج کے سردار بسطام لشکری کو لکھا کہ:-  
ہم کو معلوم ہوا ہے کہ تم اللہ اور رسول کی حمایت میں لگے ہو اس کا حق  
تم سے زیادہ ہم کو ہے۔ لہذا تم ہمارے پاس آؤ یا ہم مناظرہ کر لیں  
اگر ہم حق پر ہیں تو ہمارا ساتھ دو؛ اگر تم حق پر ہو تو ہم تمہاری بات  
مان لیں۔

بسطام راضی ہو گیا اور اپنی طرف سے دو شخصوں کو بھیجا۔ مناظرہ شروع ہوا۔  
عمر بن عبد العزیز:- تم نے جماعت کا ساتھ کیوں چھوڑا۔ ہماری کون سی  
بات تم کو نا پسندیدہ معلوم ہوئی؟  
خارجی:- آپ عادل اور نیک سیرت ہیں آپ کی ذات سے کوئی شکایت نہیں۔  
لیکن یہ فرمائیے آپ امت کے مشورہ سے خلیفہ ہوتے ہیں یا قبر و غلبہ سے؟

عمر میں نے نہ خلافت کی خواہش کی نہ قوت و غلبہ سے اس کو حاصل کیا۔  
بلکہ مجھ سے پہلے ایک شخص جو خلیفہ تھا مجھ کو اپنا ولی عہد بنا گیا۔ میں نے منظور کر لیا۔  
اور بجز تمہارے کوئی مخالفت کے لئے بھی نہیں کھڑا ہوا۔ تم لوگ عادل اور  
منصف مسلمان کی خلافت جائز سمجھتے ہو لہذا مجھے میرے حال پر چھوڑ دو اگر میں نے

عدل والنصاف کیا تو خیر۔ ورنہ پھر میری اطاعت نہ کرنا۔

خارجی :- ہم صرف ایک بات عرض کرتے ہیں وہ یہ کہ آپ کے سلف بنی  
امیہ نے ظلم و ستم سے ناجائز حقوق غصب کئے تھے جن کو آپ نے مسترد فرمایا اور  
ان کا نام ظالم رکھا۔ جزاک اللہ! لہذا اگر آپ ہدایت پر ہیں اور وہ گمراہ تھے تو  
تو ان کے اوپر لعنت بھیجئے۔

عمر :- مجھے یقین ہے کہ تم نے دنیا کیلئے نہیں بلکہ آخرت کے لئے جماعت کا  
ساتھ چھوڑا ہے لیکن افسوس ہے کہ راستہ غلط اختیار کیا۔ تم کو معلوم ہے کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں لعنت کرنے کے لئے نہیں بھیجا گیا ہوں  
حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کا قول نقل کیا ہے۔

فمن تبعنی فاندہ منی ومن عصانی فانک غفور رحیم

جو میری پیروی کرے وہ میرا ہے اور جو فرمائی کرے تو اے اللہ! تو

بخشنے والا ہے۔

کیا انبیاء کی پیروی مسلمان کا فرض نہیں ہے ؟

میں نے ان کاموں کو مظالم قرار دیا۔ یہی ان کی مذمت کے لئے کافی

ہے۔ یہ کہاں حکم ہے کہ جو گنہگار ہو اس پر لعنت کرنی بھی فرض ہے۔ میں پوچھتا ہوں

کہ تم نے فرعون پر لعنت بھیجی ہے ؟

خارجی :- مجھے یاد نہیں کہ میں نے کبھی اس پر لعنت بھیجی ہے۔

عمر: پھر تم تو فرعون پر جو بدترین خلاق اور دشمن دین الہی تھا لعنت نہ  
 بکھجوا اور مجھے مجبور کر دکھ میں اپنے سلف پر جو مسلمان تھے اور شرعی فرائض بھی ادا کرتے  
 تھے لعنت بکھجوں۔

خارجی :- لیکن بوجہ ظلم کے وہ کافر ہو گئے تھے۔

عمر: ہرگز نہیں؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی تبلیغ فرمائی جو  
 اقرار کر لے وہ مسلمان ہے اب اگر اس سے کوئی قصور یا خطا ہو تو وہ اسلام سے خارج  
 نہیں۔ بلکہ بقدر اپنے جرم کے سزا کا مستحق ہوگا۔

خارجی :- اسلام میں اللہ اور رسول کی اطاعت بھی داخل ہے جو ان کے احکام  
 پر عمل نہ کرے وہ کافر ہے۔

عمر: میرے سلف میں سے کوئی بھی یہ نہیں کہتا تھا کہ میں اللہ اور رسول  
 کے احکام پر عمل نہیں کروں گا۔ لیکن بھیس بھیس وہ پوری پوری تعمیل احکام نہیں کر سکے۔  
 خارجی :- ان لوگوں نے جو شریعت کے خلاف کام کئے ان کی وجہ سے  
 آپ ان سے تبریٰ کیجئے۔

عمر: تم جانتے ہو کہ جب حضرت ابو بکر نے مرتدین کے ساتھ جنگ کی تھی  
 تو ان کے اہل و عیال کو بھی گرفتار کیا تھا۔

خارجی :- ہاں۔

عمر: تم کو یہ بھی معلوم ہے کہ حضرت عمر نے اپنے عہد میں مرتدین کے

اہل و عیال کو غلامی میں رکھنا ناروا سمجھا اور فدیہ لیکر ان کو واپس کر دیا۔

خارجی :- ہاں۔

عمر :- پھر کیا عمر نے حضرت ابو بکر کے اس فعل کی وجہ سے ان سے تبریٰ

کی تھی؟

خارجی :- نہیں۔

عمر :- اس اختلاف عمل کی وجہ سے تم نے بھی شیخین سے تبریٰ کی؟

خارجی :- نہیں۔

عمر :- اہل نہروان جو تمہارے اسلاف ہیں ان میں سے اہل کوفہ نے کسی کو لوٹا یا قتل کرنا روا نہیں سمجھا لیکن اہل بصرہ نے عبد اللہ بن جناب اور اس کی لونڈی کو جو حاملہ تھی مار ڈالا۔ کیا اہل کوفہ نے ان سے تبریٰ کی۔

خارجی :- نہیں۔

عمر :- کیا تم ان دونوں جماعتوں سے جن میں اس قدر اختلاف تھا اپنے

آپ کو تبریٰ رکھتے ہو؟

خارجی :- نہیں۔

عمر :- تم تو شیخین اور نیز اہل عراق سے تو لار کھو اور مجھے مجبور کر دو کہ اپنے

بزرگان خاندان سے تبریٰ کروں۔ تم لوگ جاہل ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے سامنے جو شخص کلمہ شہادت پڑھ دیتا تھا اس کی جان و مال و عزت محفوظ رہتی تھی۔

نہی۔ تم اس کے برعکس مسلمانوں کو قتل کرتے ہو اور کافروں اور مشرکوں کی جان و مال و آبرو کو حرام سمجھتے ہو۔

خارجی :- اچھا ایک امر اور دریافت طلب ہے، وہ یہ کہ ایک شخص قوم کا دالی ہو۔ اس نے عدل و انصاف سے حکومت کی۔ لیکن اپنے بعد ولایت ایک ایسے شخص کے سپرد کر گیا جس سے خطرہ ہے کہ وہ عدل و انصاف نہیں کرے گا۔ کیا آپ کے نزدیک اس نے حق ادا کر دیا۔

عمر :- نہیں۔

خارجی :- پھر آپ اس خلافت کو اپنے بعد یزید بن عبد الملک کے سپرد کر کے مواخذہ سے بری ہو سکتے ہیں۔ حالانکہ اس سے عدل و داد کی مطلق توقع نہیں۔  
عمر :- لیکن یہ میرا فعل تو نہیں ہے۔ مجھ سے پہلے سلیمان مجھ کو اور میرے بعد یزید کو ولی عہد مقرر کر گیا ہے۔

خارجی :- کیا سلیمان کی اس کارروائی کو آپ جائز سمجھتے ہیں ؟  
اس کے جواب میں عمر بن عبد العزیز خاموش ہو گئے اور دوزخ کی مہلت چاہی۔

اس مناظرہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان دونوں خارجیوں میں سے ایک راہ راست پر آ گیا اور اپنے فرزند کا ساتھ چھوڑ دیا۔  
خارجیوں کی جماعت نے بھی خاموشی اختیار کی۔

عمر بن عبد العزیز کی تین بیویاں تھیں۔

### اہل بیہا

(۱) فاطمہ بنت عبد الملک اس کے لطن سے اسحاق یقویا

اور موسیٰ بن بیٹے پیدا ہوئے۔

(۲) لمیس بنت علی بن حارث۔ اس سے عبد اللہ اور بکر دو بیٹے اور ایک

بیٹی عمارہ پیدا ہوئی۔

(۳) ام عثمان بنت شعیب۔ اس کے شکم سے صرف ایک بیٹا ابراہیم ہوا۔

عبد الملک۔ ولید۔ عاصم۔ یزید۔ عبد اللہ۔ عبد العزیز۔ ریان اور دو

بیٹیاں امہات ولد سے تھیں۔

صرف دو بیٹے پانچ مہینے اور چار دن خلافت کر کے ۲۵ رجب

### وفات

۱۰۱ھ میں دیر سمحان میں انتقال فرمایا۔ عمر ۳۹ سال تھی۔

عمر بن عبد العزیز کا کل ترکہ ۲۱ دینار تھا۔ اسی میں سے چند دینار کفن

### ترکہ

دفن میں صرف ہوئے۔ بقیہ ورثے میں تقسیم کئے گئے۔

عبد الرحمن بن قاسم بن محمد بن ابی بکر کا بیان ہے کہ عمر بن عبد العزیز

نے گیارہ بیٹے چھوڑے تھے جن کو ایک ایک دینار ترکہ ملا تھا۔ اور ہشام بن عبد الملک

نے بھی گیارہ بیٹے چھوڑے تھے جنہوں نے دس دس لاکھ درہم وراثت میں پائے

تھے۔ لیکن میں نے عمر کے بیٹوں میں سے ایک کو دیکھا کہ اس نے ایک دن میں جہاد

کے لئے سو گھوڑے دیئے اور ہشام کے ایک بیٹے کو دیکھا کہ وہ لوگوں کو صدقے لے

حضرت عمر بن عبد العزیز ثنا ہانہ جاہ و حلال اور  
**سیرت عمر بن عبد العزیز** سطوت و جہر دت سے نہ صرف بری بلکہ بزار تھے۔  
 انہوں نے اپنے عہد خلافت میں پھر ایک بار امت میں خلافت راشدہ کے عدل  
 مساوات کا نمونہ قائم کر دیا۔ رعایا کے اموال اور ان کے حقوق کی نگہداشت کی۔  
 خلائق پر وہ اس طرح مہربان تھے جس طرح باپ اپنی اولاد پر شفقت کرتا ہے ان کی  
 آسائش کے لئے جا بجا سریش نبوائیں اور مہمان خانے تعمیر کرائے سابقہ ظلم و ستم  
 سے جو خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ ان کی اصلاح کی۔

ان کے عدل و داد کی وجہ سے اہل ملک اس قدر خوش حال ہو گئے تھے  
 کہ صدقہ لیکر فقرا کی تلاش میں نکلتے تھے۔ اور کوئی لینے والا نہیں ملتا۔ ان کے  
 عہد میں ذمی کثرت سے مسلمان ہوئے اور ماوراء النہر کے امیروں اور سندھ کے  
 راجاؤں نے اسلام قبول کیا۔

ان کو اپنی ذمہ داری کا اسی طرح احساس تھا جس طرح حضرت عمر کو تھا۔  
 اور غالباً یہی وجہ تھی کہ جب سے ان کے اوپر خلافت کا بار پڑا وہ نحیف و ناتواں  
 ہوتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ پورے ڈھائی سال کا زمانہ بھی نہ گزرنے پایا کہ  
 رحلت فرما گئے۔

ان کے تقویٰ اور خشیت الہی کا یہ عالم تھا کہ باوجود اس کے کہ ہمیشہ

انہوں نے امیرانہ عیش و آرام سے زندگی گزاری تھی۔ لیکن خلیفہ ہوتے ہی بالکل  
درویشانہ روش اختیار کر لی۔ اپنی بیوی فاطمہ کو جو خلیفہ عبد الملک کی بیٹی تھی  
سمجھاتے رہتے تھے کہ دنیا کی چند روزہ تکلیف برداشت کر لیں زیادہ آسان ہے  
بہ نسبت اس کے کہ ہم آخرت میں جہنم کے عذاب میں گرفتار ہوں۔

سب سے زیادہ ان کا مددگار اور معاون ان کا بیٹا عبد الملک تھا۔  
جس کی عمر، اس سال کی تھی۔ جب وہ مرض الموت میں گرفتار ہوا تو عمر بن عبد العزیز  
نے آخری وقت میں اس سے کہا کہ بیٹے! تمہارا میرے نامہ اعمال میں ہونا اس  
سے زیادہ بہتر ہے کہ میں تمہارے نامہ اعمال میں ہوں۔ اس سعادتمند نے جواب  
دیا کہ مجھے اپنی آرزو کی بہ نسبت آپ کی خواہش زیادہ عزیز ہے۔

ہر چند کہ عمر بن عبد العزیز کی خلافت کا زمانہ بہت کم رہا۔ لیکن پھر  
بھی انہوں نے بہت کچھ اصلاحات کر دیں۔ اور خلافت کو اسی سطح پر لائے جس  
سطح پر وہ سابقین اولین کے عہد میں تھی۔

بنی امیہ عداوت کی وجہ سے امیر معاویہ کے زمانے سے منبروں پر خطبوں  
میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر لعن طعن کرتے تھے اور یہ ان میں دستور ہو گیا  
تھا انہوں نے اپنے زمانے میں اس رسم بد کو بھی مٹا دیا۔ اور اس کے بجائے خطبہ  
میں یہ آیت رکھ دی۔

ان اللہ یا مہ بالعدل والاحسان وایتنا آءدی القربیٰ دینہا



عن الفحشاء والمنکر والبغی لیظلم لعلکم تذكرون  
 اللہ حکم دیتا ہے عدل و احسان اور قرابت مندوں کے ساتھ  
 سلوک کرنے کا۔ اور بے حیائی، برائی اور سرکشی سے منع کرنا ہے اور  
 تم کو سمجھاتا ہے کیا عجب کہ تم یاد رکھو!

## یزید ثانی

یزید بن عبد الملک ۶۵ھ میں پیدا ہوا تھا۔ سلیمان بن عبد الملک  
 عمر بن عبد العزیز کے بعد اس کو ولی عہد مقرر کر گیا تھا۔ چنانچہ ان کی وفات کے  
 بعد اس کی خلافت کی بیعت ہوئی۔

یزید نے خلیفہ ہونے کے ساتھ ہی ان تمام اصلاحات کو جو عمر بن  
 عبد العزیز کے زمانہ میں ہوئی تھیں مٹا کر نظام حکومت پھر بنی امیہ کے پرانے  
 دستور کے مطابق کر دیا۔

یہ پہلا خلیفہ تھا جس نے شراب پینے شروع کی اور مغنیات کے راگ  
 سننے میں وقت برباد کرنے لگا۔

یزید بن مہربل والی خراسان کو عمر بن عبد العزیز نے  
 قتلہ ابن مہربل مال خراج کے ادا نہ کرنے پر قید کر رکھا تھا۔ اس نے  
 قید خانے میں جبان کے مرض الموت کی خبر سنی تو اس ڈر سے کہ یزید بن عبد الملک کے

ہاتھ میں پڑ جاؤں گا تو مجھے مار ڈالے گا۔ قید خانے سے نکل کر بھاگا اور بصرہ میں آیا۔ یہاں کا والی عدی بن ارطاة تھا اس کو نکال کر بصرہ پر اپنا قبضہ جمالیا اور فارس اور اہواز تک حکومت قائم کر لی۔ پھر اہل شام کے مقابلہ کے لئے بہت بڑی فوج تیار کی اور تقریر میں کہا کہ شامیوں سے جہاد کرنا ترک دو لیکن جہاد سے بھی زیادہ افضل ہے۔ امام حسن بصری نے اس کی مخالفت کی لیکن لوگوں نے اس خیال سے کہ ابن مہلب سنے گا تو قتل کر دے گا انھیں خاموش کر دیا۔

وہ اس فوج کو لے کر واسط کی طرف آیا۔ شام سے یزید بن عبد الملک نے اس کے مقابلہ کے لئے اپنے بھائی مسلمہ کے ساتھ لشکر روانہ کیا۔ فریقین میں سخت خونریزی ہوئی۔ میدان جنگ میں یزید اور اس کا بھائی حبیب دونوں مارے گئے اور سلمہ فتحیاب ہوا۔

بقیہ آل مہلب بصرہ سے کشتیوں پر سوار ہو کر مشرق کی طرف بھاگے۔ ان کے تعاقب میں فوج کا ایک دستہ بھیجا گیا۔ کرمان کے متصل جب وہ کشتیوں پر سے اتر کر خشکی کی راہ چلے تو مقام قنارہ میں اس دستہ سے مقابلہ ہو گیا۔ دو بچوں ابو عبثہ بن مہلب اور عثمان بن مفضل بن مہلب کے کوئی ان میں زندہ نہیں چھوڑا گیا۔ اور مہلب جیسے عظیم الشان سپہ سالار کا کل خاندان جس کے کارنامے امت کے لئے مایہ ناز ہیں تباہ و برباد کر دیا گیا۔

مسلمہ کچھ دنوں تک عراق کا امیر رہا۔ پھر عمرو بن ہبیرہ فزاری وہاں کا والی مقرر ہوا۔

## فتوحات

سمرقند کے ترکوں اور اہل سفد نے بغادت کی۔ عمرو بن ہبیرہ نے سعید حرشی کو خراسان کا امیر مقرر کیا اور اس کو فوج دے کر بھیجا۔ اس نے پھران کے ساتھ جنگ کی اور ان کو قابو میں کیا۔

بلاد خزر اور آرمینیہ میں تیمست نہرانی سرحد پر متعین تھا اہل خزر نے قحطی وغیرہ سے مدد لیکر مزح حجارہ میں مسلمانوں کے ساتھ جنگ کی۔ اسلامی فوج کے زیادہ حصہ کو ہلاک کر ڈالا۔ اور لوٹ لیا۔ ہزیمت خوردہ فوج بھاگ کر شام میں آئی۔ یزید بن عبد الملک نے جراح بن عبد اللہ حکمی کو ایک لشکر گراں کے ساتھ اس طرف روانہ کیا۔ وہ بروعد پہنچا پھر خزر کی طرف بڑھا۔

دریائے کر سے عبور کر کے ان کے متعدد مقامات پر قبضہ کیا۔ اہل خزر اپنے شاہزادہ کی ماتحتی میں مقابلہ کے لئے آئے۔ لیکن شکست کھا کر بھاگے۔ اور مسلمانوں کو ان کے اوپر بہت بڑی فتح حاصل ہوئی۔ وہاں سے آگے بڑھ کر ان کے ایک نہایت خشکین قلعہ پر قبضہ کیا۔ پھر بلخ پر چڑھائی کی۔ سخت معرکہ ہوا لیکن اللہ نے مدد کی۔ اور مسلمانوں کو کامیابی عطا فرمائی۔ جراح نے وہاں کے بادشاہ کے پاس جو بھاگ گیا تھا اس کے اہل و عیال کو بیچ دیا۔ یہ مہربانی دیکھ کر وہ خود حاضر ہو گیا۔ پھر اس کا سارا مال اس کو واپس کیا۔ اور شہر بھی اس کے حوالہ کر دیا۔ اس شرط پر کہ وہ مسلمانوں کا وفادار اور دشمنوں کی حالت سے ان کو مطلع کرتا رہے۔

یزید نے بھی اپنے بعد اپنے بھائی ہشام اور اپنے بیٹے ولید کو

## ولایت عہد

یکے بعد دیگرے ولی عہد بنایا۔

## ہشام بن عبد الملک

ہشام بن عبد الملک ۷۲ھ میں پیدا ہوا تھا۔ جب کہ عبد الملک  
عراق میں مصعب بن زبیر کے ساتھ جنگ میں مشغول تھا۔ اس کی والدہ عالبت  
بیت ہشام بن اسماعیل مخزومی تھی۔

اپنے بھائی یزید کے انتقال کے وقت یمہ حص میں مقیم تھا وہیں بدرعب  
یزید کے عصا اور خاتم خلافت اس کو بھیگی گئی وہاں سے دمشق میں آیا اور خلافت  
کی بیعت لی۔

ہشام حلیم الطبع، عاقل و فرزانہ خلیفہ تھا۔ اس نے ایک بار شرفا میں سے  
کسی کو گالی دی۔ اس نے کہا کہ تم کو شرم نہیں آتی کہ خلیفہ ہو کر بد زبان کر لے۔  
ہشام نے نہامت سے سر جھکا لیا۔ اور اس سے معافی مانگی۔

بنی امیہ کے عہد میں زمانہ جاہلیت کی طرح عربوں میں قومی

احوال وادب

عصبیت اور منافرت پیدا ہو گئی تھی۔ ہشام کا میلان زیادہ

قحطانیوں کی طرف تھا۔ اس وجہ سے ان کے عراق سے ابن ہبیرہ کو معزول کر کے

اس کے بجائے خالد بن عبد اللہ قسری کو جو قحطانیوں کا سردار تھا وہاں کا والی

مقرر کیا۔ خالد نے اپنی طرف سے اپنے بھائی اسد بن عبد اللہ کو خراسان کا

اور جنید بن عبد الرحمن کو سندھ کا عامل بنا کر بھیجا۔

اسد بن عبد اللہ شجاع اور شیردل تھا۔ اس نے ہرات اور غور کے کوہستانوں میں متعدد لڑائیاں لڑیں۔ اور کامیاب رہا۔ اس میں اس نے بلخ کو آباد کیا۔ برمک جو مشہور برمکی خاندان کا باپ تھا۔ اس نے اس شہر کی داغ بیل ڈالی۔ اور عمارتیں بنوائیں اس کے بعد فوجی چھادنی کو جو بروقان میں تھی یہاں منتقل کر لیا۔

اسد بن عبد اللہ میں قومی لقص بہت زیادہ تھا۔ یعنی قحطان کا خیر خواہ تھا۔ اور مضر کا مخالف۔ چنانچہ نصر بن سیار۔ عبد الرحمن بن لغیم۔ سورہ بن حراور بختری بن ابی درہم کو جو بڑے بڑے نام آور صننادید مضر تھے کو روں سے ٹپوا کر اور ان کے سر منڈوا کر اپنے بھائی خالد امیر عراق کے پاس بھیج دیا۔

ایک دن مجمع میں دوران تقریر میں اس نے کہا کہ میں مضر کا جو اہل نفاق و

شقاق اور فتنہ جو درو باہ خوہیں منہ دیکھنا پسند نہیں کرتا۔

اس کی اطلاع جب ہشام کو پہنچی تو اس نے خالد کو لکھا کہ تم اپنے بھائی اسد کو معزول کر دو۔ ہشام نے خود اس کے بجائے اشرس بن عبد اللہ سلمیٰ کو خراسان کا عامل بنا کر بھیجا۔ لیکن اس سے یہ کہہ دیا کہ تم جو کچھ مجھے لکھنا تو وسط خالد کے لکھنا۔

اشرس بنگ ہناد اور فاضل آدمی تھا۔ اہل خراسان اس کی خوبیوں کی وجہ سے

اس کو کامل کہتے تھے۔ اس نے ماوراء النہر میں اشاعت اسلام کے لئے ابو صیدار صالح بن طریف کو بھیجا۔ ان کی کوشش سے ذمی مسلمان ہونے لگے اور اس کثرت سے

اسلام میں داخل ہوئے کہ جزیہ کی آمدنی گھٹ گئی۔

بیت المال سے تیسواں اشرس کے امیر سمرقند کے نام حکم آیا کہ اسی سال تمہارے یہاں سے جزیہ کی بہت کم وصولی ہوئی ہے۔ جہاں تک معلوم ہوا ہے اہل سفد نے دلی رعیت سے اسلام کو قبول نہیں کیا ہے بلکہ محض جزیہ سے بچنے کے لئے اس دین میں داخل ہو گئے ہیں۔ لہذا تم دیکھو کہ ان میں سے جو ختنہ کرانے قرآن پڑھے اور شرعی فرائض پابندی کے ساتھ ادا کرے اسی کا جزیہ چھوڑ دو اور باقیوں سے وصول کرو۔

یہ فرمان چونکہ اصول اسلام کے خلاف اور محض حکام کی زرپرستی کی بنیاد پر تھا۔ جو چند پیسوں کی خاطر دین کی اشاعت میں رکاوٹ ڈالنا چاہتے تھے اس لئے سب سے پہلے خود ابو صیدار نے اس کی مخالفت کی اور نو مسلموں سے کہا کہ تم ہرگز جزیہ کی رقم نہ ادا کرو۔ بعض دیگر مسلمان لہرار نے بھی ان کا ساتھ دیا۔ اشرس کے امیر فوج نے ان لوگوں کو پکڑ کر قید کر دیا اور اہل سفد پر جزیہ کے لئے سختی کرنی شروع کی۔ یہ دیکھ کر انہوں نے دین اسلام چھوڑ دیا۔ اور باغی ہو کر ترکوں کے ساتھ مل گئے ان کے مقابلہ کے لئے خود اشرس فوج لے کر گیا اور آہل کے متصل دریا کو عبور کیا۔ وہیں فریقین میں معرکہ آرائی ہوئی۔ مسلمان بہت مارے گئے اور قریب تھا کہ شکست کھا جائیں۔ لیکن اشرس کی ثابت قدمی کی وجہ سے میدان سے جنبش نہیں کی آخر میں دشمن ہٹ کر سیکند کی طرف چلے گئے اشرس بھی

ان کی طرف بڑھا۔ ترکوں نے ہر طرف سے پانی پر قبضہ کر لیا۔ اب پیس کی وجہ سے تمام مسلمان جاں بہ لب ہو گئے۔ آخر ایک جماعت نے ہمت کر کے چشمہ پر سے غنیمت کو مٹا دیا۔ اور پانی لایا۔ پھر لڑائی ہوئی جس میں مسلمان غالب آئے۔

خاقان نے یہ خلفتار دیکھ کر خراسان کے اس زمانہ کے سب سے بڑے شہر کمرچہ پر حملہ کر دیا۔ جہاں کچھ مسلمان اور باقی سفیدی۔ تسفی۔ فرغانی اور افشینی ذمی تھے۔ مسلمانوں نے شہر کے دروازے بند کر لیے۔ اور باوجود قلت تعداد کے مدافعت کے لئے تیار ہو گئے۔ عورتوں اور بچوں نے بھی شرکت کی۔

خاقان نے ہر چند ان کو دھمکایا۔ لیکن انہوں نے کہلا بھیجا کہ جب تک ہمارا ایک بچہ بھی زندہ ہے ہم مدافعت کریں گے۔

اس نے جب کوئی صورت نہیں دیکھی تو اس بات پر صلح کی کہ ہم محاصرہ اٹھا کر چلے جاتے ہیں لیکن تم لوگ بھی اس شہر کو چھوڑ کر اپنا مال و اسباب لے کر دوسرے کی طرف چلے جاؤ۔ دونوں فریق نے اس معاہدہ پر ایک دوسرے کے آدمی زمین میں رکھے۔ خاقان چلا گیا۔ مسلمان وہاں سے نکل کر دوسرے میں آگئے پھر ہر فریق نے ایک دوسرے کے آدمیوں کو زمین سے آنا دیکر دیا۔

۱۱۵۰ میں ہشام نے اشترس کو معزول کر کے جنید بن عبد الرحمن کو خراسان کا امیر نہایا۔ اس نے قحطانیوں کو یک قلم موقوف کر دیا۔ اور چین چین کر مضری عمال مقرر کئے۔

جنید نے ۱۲ھ میں اٹھارہ ہزار فوج طخارستان کی طرف اور بارہ ہزار  
 دوسری طرف بھیجی اسی درمیان میں سورہ بنی المومنین نے لکھا کہ خاقان نے  
 حملہ کر دیا ہے۔ میرے پاس اس کی مدافعت کے لئے فوج کافی نہیں ہے فوراً مدد بھیجئے۔  
 جنید کے پاس اس وقت فوج تھوڑی تھی۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ جب  
 تک پچاس ہزار سپاہ نہ ہو امیر خراسان کو دریا پار نہیں جانا چاہیئے۔ اس نے کہا کہ  
 سبحان اللہ! وہاں سورہ مصیبت میں گرفتار ہے یہاں ہم پچاس ہزار کا انتظار  
 کریں۔ بے نامل جیوں کو عبور کر کے آگے بڑھا۔ جب سمرقند چار فرسخ رہ گیا تو  
 خاقان نے ایک ٹڈی دل فوج کے ساتھ آکر راستہ روکا۔ جنید نے پہاڑ کو  
 اپنے پس پشت رکھ کر مقابلہ کیا۔ سخت لڑائی ہوئی اور کئی روز تک جاری رہی باوجود  
 قلت تعداد کے مسلمانوں نے بے نظیر شجاعت کا اظہار کیا۔ جنید نے معرکہ کی تیز  
 دیکھ کر سورہ کو لکھا کہ تم بھی ایسی حالت میں سمرقند سے نکل کر حملہ کرو۔ اس کے پاس  
 کل بارہ ہزار سپاہی تھے اس کو لئے ہوئے وہ بڑھا۔ جب دونوں اسلامی فوجوں  
 میں صرف ایک فرسخ کا فاصلہ رہ گیا تو ترک بیچ میں آگئے۔ سورہ نے بڑی پامردی  
 سے مقابلہ کیا۔ ترک آخر میں شکست کھا کر میدان سے ہٹ گئے لیکن گردوغبار  
 کی کثرت سے کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ پہاڑ کے ایک غار میں دونوں طرف کے بہت  
 سے آدمی گر کر ہلاک ہو گئے۔

خود سورہ بھی گرا اور اس کے ران کی ٹڈی ٹوٹ گئی۔ اس کی وجہ سے مسلمانوں



میں ابتری پھیل گئی۔ بیشتر تڑکوں کے ہاتھ سے مارے گئے اور بہت کم بچے۔  
 جنید نے دوسری سمت سے غنیم پر حملہ کر کے اس کو ہر کمیت فاش دی اور  
 سمرقند میں داخل ہو گیا۔ وہاں سے مسلمانوں کے اہل و عیال لیکر مرو میں آیا۔  
 چار مہینے بعد خاقان نے پھر بخارا پر چڑھائی کی۔ جنید نے بڑھ کر پھر  
 راستہ میں روکا اور مار کھ کھ گیا۔

۱۱۶ھ میں جنید خراسان کی اہارت سے معزول کیا گیا اور اس کی وجہ  
 صرف یہی تھی کہ اس نے یزید بن مہلب کی بیٹی فاضلہ سے نکاح کر لیا تھا۔ اس  
 پر ہشام اس قدر برہم تھا کہ اس نے عاصم بن عبداللہ بلالی کو خراسان کا  
 امیر بنا کر بھیجا اور حکم دیا کہ جنید اگر سکرات موت کی حالت میں بھی تم کو ملے تو اس  
 کا گلا گھونٹ دینا۔ لیکن جنید کو اللہ تعالیٰ نے اس کینہ پرورد خلیفہ کے انتقام  
 لینے سے پہلے ہی دنیا سے اٹھالیا۔ عاصم نے خراسان پہنچ کر جب اس کو نہ پایا تو  
 اس کے جس قدر عمال تھے ان کو قید کر دیا۔

عاصم نے ہشام کو لکھا کہ چونکہ دار الخلافہ یہاں سے بہت فاصلہ پر ہے  
 اس لئے خراسان کا الحاق اگر عراق کے ساتھ رہے تو بہتر ہے کیونکہ قرب کی وجہ سے  
 یہاں سے بروقت ضرورت امداد کے لئے فوجیں جلا سکتی ہیں ہشام نے اس  
 کو منظور کیا۔

اس کے بعد عاصم کو معزول کر کے پھر اسد بن عبداللہ کو خراسان میں

بیچ دیا۔ اور اس کو اس کے بھائی خالد والی عراق کا ماتحت کر دیا۔

عام نے بغاوت کرنی چاہی۔ لیکن اہل لشکر نے اس کا ساتھ نہ دیا۔ اس نے  
آکر اس کو قید کیا۔ اور جنید کے عمال کو جو قید خانے میں تھے رہا کیا۔

خاقان نے پھر سراٹھایا۔ اس نے جوڑ جاں میں اس کو شکست دی۔

اور اس کے سارے مال و متاع پر قبضہ کر لیا۔ اس نے بلخ کو جو خود اس کا  
آباد کیا ہوا تھا اپنا مرکز بنایا۔ اس کے عہد میں مشرق میں پھر اسلامی شوکت  
ظاہم ہو گئی اور امن و امان کے ساتھ لوگ رہنے لگے۔

۱۱۹ھ میں اسد کے قتل پر فوج کشی کی۔ اور وہاں کے قلعہ پر قبضہ کر کے

اطراف و دیار میں فوج کے دستے بھیجے اور رئیسوں اور امیروں کو تابع فرمان بنایا۔

۱۲۰ھ میں اس نے بلخ میں وفات پائی اس کے بجائے نصر بن سيار امیر

خراسان ہوا۔

نصر نے مشرق میں بہت سی لڑائیاں لڑیں اور ہر ایک میں کامیاب رہا۔

اس نے نو مسلموں کا جذبہ بھی جس کے اوپر پہلے بہت کچھ فساد ہو چکا تھا معاف  
کر دیا۔ جس کی وجہ سے وہاں کثرت کے ساتھ اسلام پھیلنے لگا۔

۱۲۰ھ میں ہشام نے خالد بن عبداللہ قسری کو عراق سے معزول

کر کے یوسف بن عمر ثقفی کو وہاں کا امیر بنایا۔ اس شخص میں متضاد صفتیں تھیں

ایک طرف تو نہایت عبادت گزار۔ متواضع اور شیریں سخن تھا۔ دعا میں بہت

گر یہ وزاری کیا کرتا تھا۔ اور فجر کی نماز کے بعد سے درود و طبقہ میں مصروف  
 رہ کر اشراق پڑھ کر مصیبت سے اٹھتا تھا۔ دوسری طرف نہایت جاہل سفاک  
 بے رحم اور احمق تھا۔ کتب محاضرات میں اس کی حماقت کے بہت سے قصے  
 مندرج ہیں۔

کوئی کپڑا خریدنے کے لئے جب دیکھنے کو منگانا تو پہلے اس پر ہاتھ پھرتا۔  
 اگر اس کا کوئی تار ناخون میں الجھ جانا تو کپڑے والے کو یا تو قید کر دیتا یا اس  
 کے ہاتھ کو الٹتا۔

یوسف بن عمر ثقفی کے عہد امارت میں ۱۲۲ھ میں امام زید بن

**امام زید**

علی بن حسین لے علم مخالفت بلند کیا ان کے ہاتھ پر کوفہ کے

نہدہ ہزار آدمیوں نے محض طور پر سبیت کی۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی  
 ان کے حامیوں میں تھے بعض لوگوں نے امام زید کو اس سے باز رکھنے کی  
 کوشش کی اور سمجھایا کہ اہل کوفہ اعتماد کے قابل نہیں ہیں۔ لیکن انہوں نے  
 نہیں مانا۔

جب یوسف فوج کو لے کر چلا اور مقابلہ کا وقت آیا تو کوفیوں نے  
 امام زید سے پوچھا کہ آپ شیخین کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ  
 اللہ انکے اوپر رحم فرمائے اور ان کی مغفرت کرے۔ میں نے اپنے اہل بیت  
 میں سے کسی کو ان کے متعلق کوئی بڑا کلمہ کہتے نہیں سنا۔ زیادہ سے زیادہ

ان کے بارے میں ہماری جماعت کے لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم خلافت کے  
 حقدار تھے ان لوگوں نے ہمارا خیال نہ کیا۔ اور خود اس کے متولی ہو گئے۔ لیکن  
 اس سے وہ کافر نہیں ہوئے کیونکہ انہوں نے عدل و انصاف کیا اور کتاب و  
 سنت پر عمل کرتے رہے۔

اہل کوفہ نے کہا کہ جب وہ آپ سے خلافت چھین کر ظالم نہیں قرار پائے  
 تو پھر بنی امیہ کے جہاد کرنے کی آپ کیوں دعوت دے رہے ہیں۔ ۶ امام زید  
 نے کہا کہ ان کی حالت ان سے مختلف ہے یہ لوگ ہمارے اوپر کھتارے اور پر  
 اور خود اپنے اوپر ظلم کر رہے ہیں۔ میں تمہیں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے  
 کے مطابق عمل کرنے کی دعوت دیتا ہوں اگر تم میرا ساتھ دو تو تمہارے  
 حق میں بہتر ہے ورنہ تمہارا حساب تمہارے ذمہ ہے یہ شکر کو فیوں نے ان کا  
 ساتھ چھوڑ دیا۔ اس وجہ سے امام زید نے ان کو رافضی کہا اسی دن سے ان کا یہ  
 لقب ہو گیا۔

امام زید کے پاس صرف دو سو آدمی رہ گئے تھے۔ آخر وہ قتل ہوئے۔  
 اور دفن کر دیئے گئے۔ یوسف نے قبر سے نکلوا کر ان کے جسم کو سولی پر چڑھا دیا  
 اور سر کاٹ کر ہشام کے پاس بھیج دیا۔ اس نے دمشق کے دروازے پر لٹکا دیا۔  
 یمن کی ایک جماعت نے ایضاً امام زید کی پیروی ہے جو زیدی کہی  
 جاتی ہے۔

ہرمیڈیہ اور آذربائیجان میں جراح بن عبداللہ امیر فوج تھا اس نے بلخ تک فتح کیا۔ ساتھیوں میں ہشام نے اسے معزول کر کے اپنے بھائی مسلمہ کو وہاں بھیجا دیا۔ اس نے پاشی طرف سے حارث بن عمر طحانی کو نائب مقرر کر کے سرحد پر رکھا۔ حادثے کے متعدد شہر فتح کئے۔ سن ۱۰۰ میں مسلمہ خود فوج لے کر گیا اور مقام لان کے متصل ترکوں سے جنگ کرنے کے ان کو شکست دی۔ ساتھیوں میں ہشام نے مسلمہ کو واپس بلا کر پھر جراح کو بھیجا۔ اس نے تفتیس کی طرف سے بلا و خزر پر چڑھائی کی۔

اہل خزر نے مجتمع ہو کر مقابلہ کیا۔ ترک بھی امداد کو آگئے اور ہزیمت خونیزہ جنگ ہوئی آخر کار روسیوں میں جراح شہید ہو گیا اور اس کی فوج شکست کھا کر بھاگی۔ اس فتح سے اہل خزر کی ہمت بڑھ گئی۔ انھوں نے اسلامی ممالک پر علاقوں پر قبضہ کرتے ہوئے موصل کی طرف پیش قدمی کی جس کی وجہ سے عالم اسلامی میں ایک اضطراب پیدا ہو گیا۔

ہشام نے سعید خراسانی سابق والی خراسان کو ایک فوج گراں دیکر روانہ کیا۔ اور پھر برابر ملک پر ملک کھینچنے شروع کی۔ مقام اذربان میں جراح کی ہزیمت خوردہ فوج بھی مل گئی۔ سعید نے اس کو بھی اپنے ساتھ لے لیا۔ اور پھر رفتہ رفتہ ایک ایک شہر اور ایک ایک قلعہ سے غنیمت کو نکالتے ہوئے اردبیل تک پہنچا۔ وہاں اس کو معلوم ہوا کہ دشمن کی ایک فوج چند فرسخ کے فاصلے پر پڑی

ہوئی ہے۔ جس کے ہاتھ میں پانچ ہزار مسلمان قیدی ہیں۔ رات کو ان پر  
شجون کیا۔ دشمن کا ایک فرد بھی قتل سے بچ سکا اور کل مسلمان قیدی  
آزاد ہو گئے ان کو لے ہوئے باجروں میں پھنک کر قیام کیا۔

اہل خزرج جمع ہو کر مقابلہ میں آئے لیکن سجد نے ان کو ایسا پامال  
کیا کہ وہ منہ پھیر کر بھاگے اور سارا مفتوحہ علاقہ چھوڑ گئے۔

ہشام نے سعید کے بجائے پھر مسلمہ کو بھیجا اس کے مقابلہ کے لئے اہل  
خزرج حنظلہ باندھ کر آئے۔ مسلمہ نے دیکھا کہ اسلامی فوج بہت تھوڑی ہے اس لئے  
تمام مال و متاع و خیمہ و خرگاہ چھوڑ کر بچوں اور عورتوں کو آگے اور فوج کو پیچھے  
رکھ کر ایک ایک دن میں دو دو مرحلے طے کرتا ہوا در بند میں بھاگ آیا وہاں پہنچنے  
کے ساتھ ہی اس کا انتقال ہو گیا۔

۱۱۴ھ میں مروان بن محمد کو ہشام نے ایک لاکھ پینے ہزار فوج دے کر  
بلخ کی طرف بھیجا اس کی قوت دیکھ کر سواحل بحر خزر کے امراء اور روسا نے  
بلا جنگ آکر مصالحت کر لی اور سارے جھگڑے مٹ گئے۔

شمال میں رومیوں کے ساتھ جنگ کا سلسلہ برابر جاری تھا۔ شوانی اور  
صوالف اپنے اپنے موسم میں ان کے مقابلے میں بھی جاتی تھیں جن کے سپہ سالار  
بیشتر خاندان خلافت کے افراد ہوتے۔ مثلاً مسلمہ بن عبدالملک۔ مروان بن محمد  
عباس بن ولید۔ معاویہ بن ہشام، سعید بن ہشام اور سلیمان بن ہشام

ان لوگوں نے رومیوں پر متعدد فتوحات حاصل کیں۔

ان معرکوں میں سب سے زیادہ جس شخص نے شہرت حاصل کی وہ عبداللہ

بطل تھا اس کو عبدالملک نے جزیرہ اور شام کی دس ہزار فوج کا امیر بنا کر اپنے

بیٹے مسلمہ کے مقدمہ لشکر پر متعین کر دیا تھا۔ اس کے ساتھ عبدالوہاب بن بخت

بھی ایک جانباز اور سرفروش شہسوار تھا ان دونوں کی تاخت و تاراج سے

رومی عاجز تھے وہ ان کے نام سے لرزتے تھے ان کے متعلق ان میں طرح

طرح کے عجیب و غریب قصے مشہور تھے۔ ۱۱۱۳ھ میں عبدالوہاب نے اور ۱۱۱۴ھ

میں بطل نے شہادت پائی۔ داستان امیر حمزہ کی طرح ان دونوں بہادریوں

کے انسا نے عربی میں دلہنہ کے نام سے لکھے گئے۔

بحری فوج بھی برابر مصروف پیکار رہتی تھی۔ عبدالرحمن بن معاویہ بن

عبید بن امیر البحر تھا۔

انرقیہ میں بنی امیہ کا سب سے بڑا سپہدار عبداللہ بن عقبہ تھا جو

اندلس کی مہموں کو سر کرتا رہتا تھا۔ حجاز کا والی محمد بن ہشام مخزومی تھا وہی

بیشتر امیرزح مقرر ہوتا تھا۔

ہشام کے زمانہ میں مالک اسلامیہ کے اجمالی حالت یہی تھی تاہم سرحد

اقوام پر اسلامی قوت اور شوکت غالب تھی۔ خزائن معمور تھے اور رعایا خوشحال

تھی۔

ہشام کے عہد میں ایک بہت بڑی خرابی بھی پیدا ہو گئی وہ یہ کہ اس نے  
عربی قبائل کے لوگوں میں جاہلانہ عقیدت کو بہت بڑھا دیا جو کھوڑے و نولہ  
کے بعد نبی امیر کی خلافت کی تباہی کا موجب ہوئی۔

یزید بن عبد الملک کی وصیت کے مطابق ہشام کے  
بعد ولید بن یزید ولیعہد ہوا۔ ہشام چاہتا تھا کہ اس کے

**ولایت عہد**

معمول کر کے اس کے بجائے اپنے بیٹے کو ولیعہد بنائے۔ بہت سے امرار کو  
ہم خیال بنایا۔ لیکن کامیاب نہیں ہوا۔ اس رنجش سے وہ ولید کے ساتھ بد  
سے پیش آتا رہا۔ یہاں تک کہ ولید کا مزاج خراب اور خصہ ناک ہو گیا۔

۶ ربیع الثانی ۱۲۵ھ میں ہشام نے وفات پائی۔ اس کی  
خلافت ۱۹ سال ۶ مہینے اور ۱۱ روز رہی۔

**وفات**

## ولید ثانی

ولید بن یزید بن عبد الملک بن مروان۔ اس کی والدہ ام الحجاج  
بنت محمد بن یوسف ثقفی تھی۔

ہشام کی موت کے بعد جب یہ خلیفہ ہوا تو اس نے اپنے سلف کے  
دستوروں کے مطابق مخالفوں سے انتقام لینا شروع کیا۔ سب سے پہلے ہشام  
کے اہل و عیال کے مال و جائداد کو ضبط کیا۔ اس کے بعد جن امرار نے اس کو



ولیعہدی سے معزول کرانے میں ہشام کی موافقت کی تھی ان کی طرف متوجہ ہوا۔  
 ہشام بن اسماعیل محزومی والی مدینہ کے دونوں بیٹے محمد واپر و ایمن کو گرفتار  
 کر کے کوزوں سے پٹوایا۔ پھر ان کو یوسف بن عمر ثقفی والی عراق کے سپرد کر دیا۔  
 اس نے اس قدر ستایا کہ دونوں مر گئے۔

سیمان بن ہشام کے سو کوڑے مارے اور ہر اڈر ڈار ٹھی منڈوا کر ہشام  
 سے عمان کی طرف لکوا دیا۔ اور یزید بن ہشام وزیر ولید بن عبد الملک کے  
 کئی بیٹوں کو قید کر دیا۔ روح بن ولید اور اس کی بیوی میں جدائی کر دی۔  
 نیز خالد قسری کو گرفتار کر کے یوسف بن عمر والی عراق کے پاس بھیج  
 دیا اس نے عذاب دے دے کر اس کو مار ڈالا۔

ولید کے یہ ظلم بستم و بچکر قضاہ اور اہل یمن کے دل اس سے پزیرا  
 ہو گئے اور زیادہ نرسپی لوگ فوج میں تھے۔

بنی امیہ بھی خود اس کے دشمن ہو گئے۔ اور انھوں نے اس کے  
 متعلق طرح طرح کی افواہیں مشہور کرنی شروع کر دیں۔ سب سے زیادہ مزید

بن ولید بن عبد الملک اس کی برائیاں کرنے لگا۔ اور وہ چونکہ عابد اور راہب  
 آدمی تھا اس کی باتوں کا لوگوں پر اثر ہوا اس لئے تمام خاص و عام ولید کے  
 دشمن ہو گئے۔ اور مخفی طور پر یزید کو اس کے ہاتھ پر سمیت کر لی۔ اور اس کا ساتھ  
 دیا۔ اس نے دار الخلافہ پر قبضہ کر لیا جب ولید محل میں محصور ہو گیا تو قرآن مجید

کو کھول کر تلاوت کرنے بیٹھ گیا اور کہا کہ آج میری وہی حالت ہے جو  
 خلیفہ مظلوم حضرت عثمان کی ہوئی تھی۔ لوگوں نے اندر پہنچ کر اس کا سر کاٹ لیا۔  
 اور اس کو نیزے پر رکھ کر شہر بھر میں پھرایا۔ اس کے قتل کا واقعہ ۲۸ جمادی الثانی  
 ۳۶ء میں ہوا۔ مدت خلافت ایک سال تین مہینے تھی۔ اس قتل سے بنی امیہ پر  
 مصیبت کا درد ازہ کھل گیا۔

## یزید ثالث

یزید بن ولید بن عبد الملک بن مروان۔ اس کی والدہ فیروز لہر  
 یزدگرد شاہ ایران کی بیٹی تھی جس کا نام شاہ آفرید تھا۔  
 ولید کے قتل کے بعد اس کی خلافت کی بیعت ہوئی اس کا لقب یزید  
 ناقص ہے کیونکہ ولید نے فوج کی تختا ہوں میں جو اضافہ کیا تھا۔ اس نے اس کو  
 گھٹا دیا۔

یزید اگرچہ نیک نیت تھا۔ لیکن بنی امیہ نے اس کو ولید کے قتل  
 کا مجرم قرار دیا۔ سب سے پہلے مروان بن عبد اللہ بن عبد الملک نے جو حمص  
 کا امیر تھا ولید کے خون کے انتقام کے لئے اہل حمص کو آمادہ کیا اور معاویہ  
 بن حذیفہ بن حصیب کی ماتحتی میں ان کو دار الخلافہ کی طرف بھیجا۔ یزید نے ان کے  
 پاس یعقوب بن ہانی کی زبان کھلا بھیجا کہ میں اپنی ذات کے لئے خلافت کا خواہاں

نہیں ہوں بلکہ جو شخص مشورہ عام سے خلیفہ بنایا جائے اس کو تسلیم کر لینے  
کے واسطے تیار ہوں۔ تم لوگ باہمی خونریزی سے باز آؤ لیکن اہلِ محصل اس پر  
راضی نہیں ہوئے۔ انھوں نے ولید کے خون کا مطالبہ کیا۔ مجبور ہو کر یزید نے  
سیمان بن ہشام کو فوج دیکر ان کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ اہلِ محصل اکثرے  
گئے۔ جو باقی رہے انہوں نے یزید کے ہاتھ پر بیعت کی۔

اہلِ فلسطین ... نے بھی محصل کی تقلید کی اور اپنے عامل کو نکال کر

یزید بن سلیمان بن عبد الملک کو امیر بنایا۔

اہلِ اردن بھی ان کے ساتھ مل گئے۔ ان کا سردار محمد بن عبد الملک تھا۔  
ان دونوں جماعتوں کی تعداد ۸۲ ہزار تھی۔ لیکن چونکہ ان میں آپس میں اختلافات  
واقع ہو گیا۔ اس وجہ سے یہ بھی شکست کھا کر یزید کی بیعت پر مجبور ہوئے۔  
شام میں شقاق و افتراق کی یہ حالت تھی اور ہر مشرق میں معاملہ  
اس سے بھی زیادہ سخت تھا۔ یزید نے یوسف بن عمر کو موقوف کر کے کوفہ کا  
والی منصور بن جہور کو مقرر کیا تھا۔ اس نے اہلِ عراق سے یزید کے لئے بیعت  
لی۔ اور اپنی طرف سے مشرقی صوبوں کے عمال مقرر کر کے بھیجے۔ نصر بن سيار امیر  
خراسان نے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ اور منصور کے عمال کو واپس بھیج  
دیا۔ جریح بن علی کینی رئیس جو کرمان میں پیدا ہوئے کی وجہ سے کرمانی  
کے لقب سے مشہور تھا۔ نصر بن سيار کی مخالفت کے لئے اکھڑا ہوا قحطانی

عرب اس کے ساتھ ہو گئے اور مضر بن قباثل نے قومی عصیت کی وجہ سے  
مضر کی حمایت کی۔ نصر نے کرمانی کو پکڑ کر قید کر دیا۔ لیکن قحطان اس کو چھڑا  
لے گئے۔ فریقین میں جنگ ہونے والی تھی مگر بعض لوگوں کی کوشش سے  
صلح ہو گئی لیکن وہ صلح اسی قسم کی تھی کہ دونوں ایک دوسرے سے پر حذر اور  
پر خطر تھے۔

یزید نے اپنے بھائی ابراہیم بن ولید اور پھر عبد الرحمن  
بن حجاج عبدالملک کو یکے بعد دیگرے ولیعہد مقرر کیا۔

### ولایت عہد

یزید صرت ۵ مہینے ۲۲ دن خلافت کر کے ۲۱ ذی الحجہ ۷۲۰ھ  
میں انتقال کر گیا۔

### وفات

اس کی وصیت کے مطابق ابراہیم خلیفہ ہوا لیکن مروان بن محمد جو  
جزیرہ کادالی تھا اس کی خلافت پر رضامند نہ ہوا۔ اور فوجیں لے کر شام  
کی طرف چلا۔ حمص اور قنسریں پر قبضہ کر کے دمشق کی طرف بڑھا۔ خلیفہ  
مقابلہ کے بعد اس پر قبضہ کر لیا۔ اور اپنی خلافت کی بیعت لی ابراہیم خون  
سے بھاگ گیا۔ لیکن مروان نے اس کو امان دے دی۔ چونکہ ابراہیم کی خلافت  
مروان کی وجہ سے قائم نہیں ہو سکی اس لئے اکثر مورخین نے اس کو خلفاء  
میں نہیں شمار کیا ہے۔

# مردان ثانی

مردان بن محمد بن مردان بن حکم۔ اس کی والدہ کردستان کی  
ایک کینز تھی جو پہلے ابراہیم اشتر کے پاس تھی۔ اس کے قتل کے بعد محمد نے اس کو  
لے لیا تھا اور اسی کے شکم سے سترہ سال میں مردان پیدا ہوا۔

مردان نہایت طاقتور اور توانا شخص تھا۔ اس کی جفاکشی کی وجہ سے  
لوگ اسے حمار کہتے تھے۔ افراد بنی امیہ میں شجاعت اور فن سپہ گری میں ممتاز  
تھا۔ متعدد لڑائیوں میں کامیابی حاصل کی۔ اور بلاد خزر پر اسی کی کوشش سے  
پورا تسلط قائم ہوا۔

۱۲۶ھ میں جب ابراہیم پر غلبہ پانچ مہینوں میں داخل ہوا تو وہاں اس کی

خلافت کی بیعت ہوئی۔

اس کا عہد شروع سے آخر تک شورش اور اضطراب کا عہد رہا۔ یہاں تک کہ  
بنی امیہ کے ہاتھ سے خلافت بھی اسی میں جاتی رہی۔

سب سے پہلا حادثہ یہ ہوا کہ عبداللہ بن معادیہ بن عبداللہ بن جعفر

بن ابی طالب نے کوفہ میں امامت کا دعویٰ کیا۔ ان کے ساتھ شیعہ کی ایک کثیر

تعداد تھی اس زمانہ میں عراق کے والی خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے بیٹے عبداللہ

تھے۔ جن کی لوگ بہت عزت اور محبت کرتے تھے انہوں نے ابن معادیہ کو

مغلوب کر کے گرفتار کیا اور عراق سے نکال دیا۔

پھر شام میں خود رو سا رہنی امیرہ کی سازش سے مروان کے  
 خلاف بغاوت پر بغاوت ہونے لگی۔ اہل حمص سے پہلے مقابلہ میں آئے  
 مروان نے بہت کشت و خون کے بعد ان کو مغلوب کیا اس کے بعد اہل غرطہ  
 نے مخالفت کی انہوں نے بھی بہت نقصان اٹھایا۔ پھر فلسطین کے لوگوں نے  
 بغاوت کی۔ ان کا بھی وہی نتیجہ ہوا۔ آخر میں سلیمان بن ہشام بن عبد الملک  
 اپنی خلافت کا دعویٰ لیکر کھڑا ہوا۔ بیشتر اہل شام اس کے ساتھ شریک ہو گئے  
 مروان قرقیسار میں تھا۔ وہاں سے فوج لے کر مقابلہ کے لئے آیا۔ سلیمان  
 نے شکست کھائی اور میدان میں تیس ہزار لاشیں چھوڑ کر حمص کی طرف بھاگا  
 مروان کے تعاقب کیا۔ وہ تدمر کی طرف نکل گیا۔ اور ہاتھ نہ آیا۔

ادھر یہ خانہ جنگیاں ہو رہی تھیں ادھر عراق میں خوارزمی نے برا  
 ان کا سردار صحاک بن قیس شیبانی تھا اس نے کوفہ پر قبضہ کر  
**خواجه**  
 عبد اللہ بن عمر بن عبد العزیز والی عراق وہاں سے بھاگ کر واسط میں  
 پناہ گزین ہوئے اور صحاک نے وہیں آکر ان کو پکڑ لیا اور جبراً ان سے  
 بیعت لی۔ سلیمان بن ہشام بھی مروان سے زک اٹھا کر صحاک کے ساتھ  
 گیا۔ اب اس کا زور بڑھ گیا۔ اور اس نے موصل پر چڑھائی کی مروان نے  
 بیٹے عبد اللہ والی جزیرہ کو لکھا کہ صحاک کو ادھر آنے سے روک دو وہ سان

فوج لے کر نصیبین میں آیا۔ ضحاک کے ساتھ ایک لاکھ آدمی تھے۔ اس نے نصیبین کا محاصرہ کر لیا۔ مروان اطلاع پا کر اپنی کل فوج لے کر آگیا۔ سخت جنگ کے بعد ضحاک مارا گیا۔ خوارزم نے سعید بن بہدل کو اپنا امیر بنا لیا۔ اس نے مروان کے لشکر پر حملہ کیا۔ قلب کو توڑ لیا اور مروان کے خیمہ تک پہنچ گیا۔ لیکن وہاں مارا گیا۔

اس کے بعد شیبان بن عبد العزیز خارجیوں کا سر لشکر ہوا۔ لیکن اس نے دیکھا کہ اس کی جماعت کے لوگ ساتھ چھوڑ چھوڑ کر الگ ہونے لگے اس لئے موصل میں آگیا۔ مروان نے بھی تعاقب کیا۔ چھ مہینے تک موصل پر جنگ ہوتی رہی۔

مروان نے اس درمیان میں یزید بن عمر بن ہبیرہ کو عراق کا والی بنا کر بھیجا۔ اس نے وہاں سے خوارزم کو نکال کر ان کی جائدادیں ضبط کر لیں۔ اور شیبان کے مقابلہ کے لئے ایک فوج بھیجی۔ شیبان نے جب سنا تو اس خوف سے کہ کہیں عراقی اور شامی دونوں فوجوں کے درمیان میں نہ پڑ جائے موصل چھوڑ کر فارس کی طرف چلا۔ راستہ میں مقام جیرفت میں عراقی فوج سے اس کا مقابلہ ہوا۔ شکست کھا کر سیستان کی طرف بھاگا۔ اور وہیں ۱۳۰ھ میں ہلاک ہو گیا۔

اسی زمانہ میں ابو حمزہ مختار بن عوف ازدی نے بغاوت کی حضرت

کار میں عبداللہ بن یحییٰ بھی اس کے ساتھ شریک ہو گیا۔ ابو حمزہ نے پہلے مدینہ پر قبضہ کیا۔ اس کے بعد شام کی طرف بڑھا۔ مروان نے ابن عطیہ سعدی کو چار ہزار سواروں کے ساتھ اس کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ وادی قری میں فریقین میں معرکہ آرائی ہوئی۔ ابو حمزہ مارا گیا۔ ابن عطیہ وہاں سے روانہ ہو کر یمن میں عبداللہ بن یحییٰ کی گوشمالی کے لئے گیا۔ اور اس کو قتل کر کے اس کا سر مروان کے پاس بھیج دیا۔

**خاتم** شیعہ عینی عباس خراسان میں ایک مدت سے اپنی کوشش میں مصروف تھے۔ بنی امیہ کی اس باہمی کشاکش اور خوارج کی شورشوں میں ان کو اپنے لئے میدان صاف بلگیا۔ چنانچہ بنی عباس کے سب سے بڑے حامی ابو مسلم خراسانی نے وہاں اپنا پورا تسلط جمالیا۔ پھر قحطیہ بن شیبہ کو کوفہ کی طرف بھیجا۔ وہاں ربیع الاول ۳۲ھ میں پہلے عباسی خلیفہ ابوالعباس سفاح کے ہاتھ پر بیعت ہوئی۔ اور اس کی خلافت کا اعلان کر دیا گیا اس نے عبداللہ بن علی کی ماتحتی میں ایک لشکر گراں مروان کے مقابلے کے لئے بھیجا۔ دریائے زاب پر مقابلہ ہوا۔ مروان شکست کھا کر مصر کی طرف چلا گیا۔ صالح بن علی اس کے تعاقب میں تھا۔ مصر کے ایک گاؤں بوسیر کے کنسیہ میں مروان نے قیام کیا۔ صالح نے پہنچ کر اس کو پکڑا اور ۲۸ زدی الحجہ ۳۲ھ میں قتل کر دیا۔ اس دن خلافت بنی امیہ کا



خاتمہ اور خلافت بنی عباس کا آغاز ہو گیا۔

قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ  
مِمَّن تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُزِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِإِذْنِكَ  
الْخَيْرُ ط. إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ط.



# خلافتِ نبی امیہ

کے

## اسبابِ زوال

۱۱، نبی امیہ امت کی رضا مندی اور مشورہ سے خلافت کے متولی نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ انہوں نے قوت اور غلبہ سے اس پر تسلط کر لیا تھا کیونکہ امیر معاویہ نے شامی فوجوں کی مدد سے عراق اور حجاز سے بیعت حاصل کی تھی۔ گو اس وقت ظاہر میں سب لوگوں نے ان کی خلافت کو تسلیم کر لیا تھا۔ لیکن بہت سے دلوں میں مخالفت کی آگ دہی ہوئی تھی۔ امت کی دو جماعتیں ان کے خلاف تھیں یعنی خوارج اور شیعہ بنی ہاشم۔

اول الذکر فرقہ نہایت جنگ جو۔ بے باک۔ اور اپنے دعویٰ پر جان قربا کر دینے والا تھا۔ اور دوسرا گروہ جس کی تعداد عراق میں زیادہ تھی اہل بیت کی امامت اور ان کی حمایت کا دعوہ پیدار تھا۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے

قرابت قریبہ کا شرف رکھتے تھے۔ اس لئے امت کے بہت سے افراد کو اپنے  
ساتھ ملا لینا ان کے لئے بہت آسان تھا۔

ایسی صورت میں بنی امیہ کو اپنی خلافت سنبھالنے کے لئے نہایت احتیاط

حرم، دورانہنسی اور ان سب سے زیادہ عدل و انصاف اور رحم گتیری  
کی ضرورت تھی تاکہ امت کے دلوں میں ان کی وقعت اور محبت پیدا ہو جائے۔  
اور کسی جماعت کی مخالفت یا سازش سے اس کی بنیاد میں تزلزل نہ پیدا ہو سکے۔  
امیر معاویہ اس حقیقت سے آگاہ تھے انہوں نے روسا ربیعہ ہاشمی اور  
کبار شیعہ کے ساتھ فیاضانہ سلوک کئے اور ان کی خاطر مدارات کر کے ان کے  
دلوں کو اپنی طرف مائل کیا جس سے مخالفت کا جوش دب گیا اور نفرت  
کم ہو گئی۔

لیکن باوجود حلم و دانشمندی اور درمینی کے انہوں نے منبروں پر  
خطبوں میں حضرت علی پر لعن و طعن کو جو جاری رکھا۔ یہی سیاسی غلطی  
تھی کہ اس سے چشم پوشی نہیں کی جاسکتی۔ کیونکہ اس کی وجہ سے بلا کسی فائدے  
کے لوگوں اور خاص کر شیعہ کے دلوں میں عزم و غصہ کی آگ بھڑکتی تھی جس کا  
نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ بعض لوگ جو اس کو برداشت نہیں کر سکتے تھے اٹھ کر رو در رو  
خود خلفا یا اُمراء کی نزدیک کر دیتے تھے اس پر ان کو سزا دی جاتی تھی جس کی  
بدولت لوگوں میں کینہ کا جوش اور بڑھتا تھا۔

معاویہ بنی سببسیا جیثیت سے قطع نظر کر کے خود شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی کہ کسی مردہ کو برائی کے ساتھ یاد کیا جائے چہ جائیکہ حضرت علی جیسے سالار امت کو جس نے اس وقت سے اسلام کی حمایت کی جب سے کہ اس کا ظہور ہوا۔

امیر معاویہ کے بعد ان کے جانشینوں نے اپنی قوت اور سطوت کے غرور میں مخالفین کی استمالت کی طرف توجہ نہیں کی۔ بلکہ ہمیشہ قبر اور غلبہ سے ان کو دباتے رہے چنانچہ سب سے پہلے امام حسین اور پھر امام زید اور عبداللہ بن معاویہ کا واقعہ پیش آیا ان کی وجہ سے شیعہ میں انتقام کا شعلہ بھڑک اٹھا۔

(۲) بنی امیہ اور خاص کر ہشام نے عزلی قبائل میں زمانہ جاہلیت کی

عصبیت کو جس کو اسلام نے فنا کر دیا تھا پھر زندہ کر دیا۔ سب سے پہلے اس کا ظہور مروان کے عہد میں ہوا۔ مرزح راہط میں ایک طرف صخاک کے ساتھ قیس عیلان کے قبائل تھے۔ دوسری طرف مروان کے ساتھ بنی کلاب تھے۔

اس وقت مروان فتیاب ہو گیا۔ لیکن خلیفہ ہو جانے کے بعد جب ابن زیاد کے ساتھ عراق کی طرف مختار بن ابی عبید کے مقابلے کے لئے فوج بھیجی اور اس

کے میسرہ کا امیر عمر بن حباب سلمیٰ کو جو قیس عیلان میں سے تھا مقرر کیا تو اس نے عین اس وقت جب کہ ابن زیاد کی فتح ہونے والی تھی قومی عصبیت کی وجہ سے میدان جنگ چھوڑ دیا۔ اور کہا کہ ہم کشتگان مرزح راہط کے قاتلوں

کا ساتھ نہیں دے سکتے۔ آخر کار ابن زیاد کو بجائے فتح کے شکست نصیب ہوئی اور بیشتر اہل شام معاہدہ کے مارے گئے۔

اس زمانہ کے شعراء جریر، فرزدق اور اخطل وغیرہ بھی جیسا کہ ان کا کلام شاہد ہے اس حمیت جاہلیت کے بھڑکائے میں اپنے اشعار سے مدد پہنچاتے تھے۔ اور تفریق کا شیطان ان کی زبانوں سے بولتا تھا۔

خراسان میں یہ قومی منافرت بہت زیادہ تھی۔ وہاں قحطانی اور نزاری عربوں میں مخالفت تھی۔ پھر نزاریوں میں بھی ریبیعہ اور مضر میں عداوت قائم تھی۔ اور مضر کی دولوں شاخوں قیس عیلان اور تخسیم میں دشمنی تھی۔ خلفاء امرار اپنے سیاسی مقاصد کے لحاظ سے اس خبیث روح کو ان میں تازہ رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ کبھی کسی مینی کو مقرر کر دیتے تھے وہ نزاریوں کو نکال دیتے تھے۔ پھر جب اس سے کسی بات کا اندیشہ ہوتا تھا تو اس کی بجائے نزاری یا مضری امیر بھیج دیتے تھے۔ وہ اپنے حریفوں کا استیصال کر دیتا تھا۔ اور یہ نہیں سوچتے تھے کہ وہ اس جاہلانہ قومی منافرت کو پیدا کر کے شوکتِ خلافت اور امتِ عربیہ کی طاقت کو توڑ رہے ہیں۔

(۳) بنی امیہ میں ولی عہدی کا جو دستور تھا وہ بھی ایک بڑا سببان کے زوال کا ہوا۔ کیونکہ وہ اکثر ایک کی بجائے دو کو یکے بعد دیگرے ولی عہد بناتے تھے نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ پہلا جب خلیفہ ہو جاتا تھا تو اس فکر میں پڑتا

تھا کہ دوسرے کو معزول کر کے اس کی بجائے اپنے بیٹے یا کسی عزیز خاص  
کو مقرر کیے اس کی وجہ سے خود خاندان بنی امیہ میں باہمی عداوت اور نخش  
پیدا ہوتی گئی۔

سب سے پہلے مروان اول نے دو ولیعہد مقرر کئے۔ عبد الملک پھر  
عبد العزیز جب عبد الملک تخت خلافت پر آیا تو اس نے چاہا کہ عبد العزیز  
کو ولیعہدی سے نکال کر اس کی بجائے اپنے بیٹے کو ولیعہد مقرر کرے۔ وہ اس  
منصوبہ کو پورا کرنے کی تدبیر میں تھا کہ اسی درمیان میں عبد العزیز انتقال کر گیا۔  
دو ولیعہدوں کے تفرق کی خرابی دیکھ لینے کے بعد بھی عبد الملک نے عبرت  
نہیں حاصل کی۔ اور خود بھی ولید اور اس کے بعد سلیمان کو ولیعہد بنا گیا۔ ولید نے  
خلیفہ ہو جانے کے بعد سلیمان کی بجائے اپنے بیٹے کو ولیعہد بنانے کی خواہش کی  
لیکن اس کی موت نے عجلت کی۔ اور سلیمان خلیفہ ہو گیا۔ اس نے بھی عبرت حاصل  
نہ کی اور اپنے بعد عمر بن عبد العزیز اور یزید بن عبد الملک دو شخصوں کو ولیعہد  
کر گیا۔

عمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوئے تو وہ نہ صرف یزید بلکہ خود بنی امیہ کے  
مذہب سے خلافت کو نکال دینا چاہتے تھے۔ اور کچھ عجب نہیں کہ بعض مورخین  
کا یہ بیان صحیح ہو کہ اسی خوف سے عجلت کر کے بنی امیہ نے ان کے کھانے میں زہر  
دے دیا جس سے وہ جان برباد ہو سکے۔

یزید نے بھی اسی غلطی کا اعادہ کیا۔ یعنی اپنے بعد ہشام اور پھر اپنے  
 بیٹے ولید کے لئے وصیت کی۔ ہشام نے ولید کی بجائے اپنے بیٹے کو مقرر کرنا  
 چاہا۔ اس سے دونوں میں کشیدگی ہو گئی۔ چنانچہ ولید کے مزاج میں غصہ  
 پیدا ہو گیا۔ اور جب وہ خلیفہ ہوا تو اس کے برے نتائج نکلے۔  
 ۴۵) خلفائے نبی امیہ نے اپنے جوش انتقام میں اکثر ارا اور رؤسا کے  
 ساتھ نہایت برے سلوک کئے۔ اور امت کے بہت سے نامور سپہ سالاروں  
 اور بے نظیر بہادروں کو اپنے اس ناپاک نفسانی جذبہ پر قربان کر ڈالا۔ سلیمان  
 بن عبد الملک نے خلیفہ ہونے کے بعد اس غصہ میں کہ حجاج نے اس کو ولی  
 عہدی سے معزول کرانے میں ولید کی موافقت کی تھی اس کے تمام رشتہ داروں  
 اور ماتحت عاملوں کو سزائیں دیں اور محمد بن قاسم فاطح سندھ کو مروا ڈالا  
 اسی طرح موسیٰ بن نصیر جیسے خدمت گزار خلافت سے جس نے اسلامی علم  
 کو یورپ میں جا کر گاڑا تھا ناقابل برداشت جرمانہ وصول کیا اور سزا دی۔ اس  
 پر بھی تسلی نہ ہوئی تو اس کے بیٹے عبد العزیز والی اندلس کا سرکٹو اکر منگایا اور  
 اس مظلوم سپہ سالار کے سامنے طشت میں رکھ کر پیش کیا۔

پھر جب یزید بن عبد الملک کے ہاتھ میں عنان خلافت آئی تو اس  
 نے آل حجاج کی حمایت کی۔ اور مہلب بن ابی صفیرہ جیسے نیک نام سپہ سالار  
 کے سارے خاندان کو ہر باد کر دیا۔ خلیفہ ولید بن یزید نے خالد بن عبد اللہ

قصری سے اپنے بیٹے کی ولیعهدی میں مدد چاہی اس نے الکار کیا مجھ اس  
 قصور پر اس کو اس کے جانی دشمن یوسف بن تلقی کے ہاتھ پاچ کر وڑو رہم پر  
 فروخت کر دیا۔ یوسف نے اس کو شکنجہ میں ڈال کر لوہے کی ریتی سے اس کے  
 سینہ کو ریت ڈالا۔ وہ غریب ایک لفظ بھی منہ سے نہیں نکالتا تھا یہاں  
 تک کہ اکھیں تختیوں سے ہلاک ہو گیا۔ حالانکہ وہ قحطان کا سب سے بڑا  
 رئیس اور بن کا میر قبائل تھا۔ اور پندرہ سال تک عراق کا دالی اور خلافت  
 کا خدمت گزار رہ چکا تھا۔ خلفائے بنی امیہ کی ان ناقدر دانیوں اور سختیوں کو دیکھ کر  
 لوگوں کی طبیعتیں ان سے منتفر ہو گئی تھیں۔

خلفاء کے علاوہ ان کے عہد کے بعض امراء مثلاً زیاد بن زیاد۔  
 حجاج یوسف بن عمرو وغیرہ بھی ایسے ظالم اور سفاک تھے کہ لوگ ان کے  
 مظالم کی وجہ سے اس خلافت سے تنگ آگئے تھے۔

(۵) خاندان بنی امیہ کے روسا خود ایک دوسرے کے مخالف ہو کر اس  
 میں لڑائیاں کرنے لگے۔ یزید ثالث کے اوپر شام کے تمام اضلاع سے خود  
 امرائے بنی امیہ نے فوج کشی کی تھی۔ پھر مردان ثانی کے مقابلہ میں چاروں طرف  
 سے یہی لوگ چڑھ کر آئے تھے اس تفریق کی وجہ سے ان کی متفقہ طاقت  
 ٹوٹ گئی۔

(۶) بنی امیہ کی اس باہمی کشمکش میں جماعت شدیدہ کو جو ہمیشہ سے ان



کی مخالفت اور ان کی خلافت کو مٹانے کی تاک میں لگی ہوئی تھی اسے مقصد  
 کی تکمیل کا پورا موقع مل گیا۔ اور انھوں نے محفی کو ششوں سے انقلاب برپا  
 کر کے آل مروان سے خلافت نکال لی۔

## عہد بنی امیہ

میں

### مدینت اسلام

اس عنوان پر کچھ لکھنے سے قبل یہ امر ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ  
 بنی عباس چونکہ بنی امیہ کے سخت ترین دشمن اور مخالف تھے۔ اور ان  
 کی خلافت کو مٹا کر جانشین ہونے لگے تھے اس وجہ سے ان کے درباروں  
 میں خلفائے بنی امیہ کے معائب ہیں مبالغہ کیا جاتا تھا۔ اور ان کے  
 کارناموں پر پرودہ ڈالنے کی کوشش کی جاتی تھی نیز بعض فرقے  
 جو بنی امیہ کے مذہبی عداوت رکھتے تھے وہ بھی ان کی برائیوں میں  
 غلو کرتے تھے۔ تاریخ کی کتابیں چونکہ دولت عباسیہ میں لکھی گئیں  
 اس لئے بنی امیہ کے متعلق وہ روایتیں جو ان کے دشمنوں یا خلفائے  
 عباسیہ کے تقرب کے لئے ان کے حاشیہ نشینوں نے تراشی  
 کیں ان کتب میں مندرج ہوئیں اس لحاظ سے بنی امیہ کی تاریخ

یک طرفہ ہم تک پہنچی ہے انھیں سے جو کیفیت معلوم ہوئی لکھی جاتی ہے۔

عہد بنی امیہ کی ابتدا اس دن ہوئی جس دن امیر معاویہ کے ہاتھ پر بیعت عام کی گئی یعنی ۲۵ ربیع الاول ۴۰ھ اور اس کا خاتمہ مروان ثانی کے قتل پر ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۲ھ کو ہوا۔ اس خاندان میں خلافت ۹۱ سال ۹ مہینہ رہی۔

بنی امیہ کے زمانے میں خلافت اسلامیہ نے شاہانہ

### خلافت

شان و شوکت اختیار کر لی۔ خلفاء راشدین نہ محافظ رکھتے تھے

نہ دربان۔ لیکن خلفائے بنی امیہ کے لئے جامع مسجد میں بھی مقصود بنائے جاتے تھے۔ اور جب وہ نماز پڑھتے تو دائیں بائیں مسلح سپاہی کھڑے رہتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اپنے خطبہ میں فرمایا تھا کہ جو شخص مجھ میں کوئی کجی دیکھے اس کو سیدھا کر دے اور عبد الملک اموی خلیفہ نے برسر منبر کہا کہ آج سے اس مقام پر جو شخص مجھ سے یہ کہے گا کہ اللہ کا خون کر، میں اسے قتل کر دوں گا۔

خلفائے راشدین عام لوگوں کی طرح بازار وینیں پھرتے اور سب کے ساتھ مسجدوں میں جا کر نماز پڑھتے اور بیٹھتے تھے لیکن ولید بن عبد الملک جس وقت مسجد نبوی دیکھنے کے لئے گیا تو وہاں سے سب لوگ نکال دیئے گئے شیخ مدنیہ سعید بن المسیب کی جلالت قدر اور برتری کا احترام نہ ہوتا تو وہ بھی

اس میں نہ رہنے پاتے۔

خلفائے راشدین کے لئے کوئی امتیازی علامت نہ تھی۔ لیکن بنی امیہ کے

عہد میں ہم عصائے خلافت اور حاکم خلافت کا بھی ذکر پاتے ہیں۔

خلفائے راشدین رعایا کے معمولی افراد کی طرح بسر کرتے تھے۔ ہمت المال

کی خود اپنے مال سے زیادہ حفاظت کرتے تھے۔ اور اس پر بھی کہتے تھے کہ قیامت

کے دن خلافت کی ذمہ داریوں سے ہم اگر بلا عذاب اور بلا ثواب نکل گئے تو بہت

بڑی کامیابی ہے لیکن خلفاء بنی امیہ شاہانہ شان سے رہتے تھے اور ہمت المال

کو اپنی ذاتی ملکیت سمجھتے تھے بلکہ ان میں سے بعض بعض مثلاً یزید بن عبد الملک

اور ولید بن یزید کی نسبت مے نوشی اور مغنیات کا راگ سننے کی روایتیں بھی ملتی

کاؤں تک پہنچتی ہیں۔

خلافت راشدہ میں سیاست کتاب و سنت کے مطابق تھی لیکن عہد

بنی امیہ میں قوت۔ غلبہ اور فہر کی حکمرانی قائم ہوئی۔ یہاں تک کہ عبد الملک

بن مروان نے لوگوں سے صاف صاف کہہ دیا کہ تم کیونکر یہ خواہش رکھتے ہو کہ ہم

شیخین کے طریقے سے تمہارے اوپر حکومت کریں پہلے خود تو ویسے ہو جیسے ان

کے زمانہ کے لوگ تھے۔

مگر باوجود ان سب باتوں کے بنی امیہ نے عربیت اور ایک حد تک اس کی

سادگی کو قائم رکھا۔ ان میں عجمی خصائل اور عجمی تکلفات نہیں پیدا ہوئے ان کی

سیاست کی بنیاد عیاری اور چالاکی پر نہیں۔ بلکہ قوت اور شوکت پر رہی اور اپنے تقریباً صد سالہ عہد خلافت میں انہوں نے کل اسلامی ممالک کو ایک جھنڈے کے نیچے رکھا جن کو بہتی عباس ایک دن بھی نہ رکھ سکے۔

**انتخاب خلیفہ** خلفائے راشدین میں سے ہر ایک کی نوعیت انتخاب جہاں گاہ تھی مگر مشورہ اور معیت عام یعنی جمہوریت کی روح ہر ایک میں موجود تھی۔ لیکن بنی امیہ نے انتخاب کا یہ دستور رکھا کہ صرف اپنے خاندان میں سے جس کو پسند کرتے تھے اسی کو ولیعہد بنا دیتے تھے بنی امیہ کے تیرہ خلفائے میں سے ۱۹ سی طرح خلیفہ منتخب ہوئے۔ باقی چار یعنی امیر معاویہ۔ مروان بن حکم۔ یزید بن ولید اور مروان بن محمد نے قوت اور غلبہ کے ذریعہ سے خلافت حاصل کی یہی وجہ تھی کہ بنی امیہ کی خلافت پر استبداد کا رنگ غالب تھا۔

**فوج** خلافت بنی امیہ اس لحاظ سے ممتاز ہے کہ اس کا نام زمانہ فتوحات اور اسلامی شوکت کا زمانہ تھا۔ ہر چند کہ ان کے عہد میں اندرونی شورشیں بھی برابر جاری رہیں کسی شیعہ اٹھے اور کبھی خوارج نے سر اٹھایا لیکن یہ دولت فوجی لحاظ سے اس قدر قوی تھی کہ باوجود ان رکاوٹوں کے اس کی فتوحات کا سلسلہ جاری رہا۔

ولید بن عبد الملک کے عہد میں اندرونی جھگڑوں سے ذرا پناہ ملی تو ایک دم فتوحات کا رقبہ کہاں سے کہاں پہنچ گیا۔ مشرق میں سندھ اور

چینی ترکستان تک شمال میں بحر خزر، آذربائیجان۔ اور بلاد روم تک  
مغرب میں اندلس تک۔

چونکہ یہ جنگی دولت تھی اس میں بہت سے ایسے نامور ممتاز سپہ سالار  
ہوئے جن کے کارنامے یادگار زمانہ ہیں۔ اگرچہ ان میں سے ہر ایک کا مفصل ذکر  
ہم لکھ آئے ہیں لیکن اس موقع پر ان کی فہرست لکھ دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

(۱) مہلب بن ابی صفہ۔ عراق و فارس میں خوارزم کی لڑائیوں میں بہت  
بہادری اور جانبازی کا ثبوت دیا اور بڑی عزت اور شہرت حاصل کی۔

(۲) قتیبہ بن مسلم باہلی۔ ماوراء النہر کی فتوحات میں عظیم الشان کارنامہ چھوڑا۔

(۳) یزید بن مہلب۔ جرجان اور طبرستان میں فتوحات حاصل کیں اپنے

باپ سے بھی زیادہ شجاع تھا۔ کہیں اس کا قدم چھپے نہیں ہٹا۔

(۴) اسد بن عبد اللہ قسری۔ ماوراء النہر میں اس کے رعب کی وجہ سے  
وہاں کے روسا اس کو ملک العرب کہتے ہیں۔

(۵) محمد بن قاسم ثقفی۔ فاتح سندھ۔ ستھ سالہ پہ سالہ جسکی نظیر تاریخ میں نہیں کر سکتی۔

(۶) محمد بن مروان۔ آرمینیا اور آذربائیجان میں خطرناک معرکوں میں دشمنوں پر

فتوحات حاصل کیں۔

(۷) جراح بن عبد اللہ حکمی۔ بلاد خزر میں متعدد فتوحات حاصل کیں اور وہیں

شہادت پائی۔

۸۱، مسلمہ بن عبد الملک - بنی امیہ کا سب سے شجاع فرد - قسطنطنیہ پر حملہ آور ہوا۔ بلاد روم و خزر میں فتوحات حاصل کیں اس کی والدہ ام الولد بھی۔ اورا بتدار میں بنی امیہ کے نزدیک ام الولد کی اولاد خلافت کی مستحق نہیں سمجھی جاتی تھی درندہ ضرور خلیفہ ہو جاتا۔

۹۱، مروان بن محمد - بنی امیہ کا آخری خلیفہ اسی نے حدود آرمینیہ و سواحل بحر خزر کو قابو میں کیا۔

۱۰، عبد اللہ لطلال - اس کے نام سے رومی لڑتے تھے اس کا فسادہ داستان امیر حمزہ کی طرح ولہمہ کے نام سے مشہور ہے۔

۱۱، عباس بن ولید - مسلمہ بن عبد الملک کا ہمسر اور ہم رتبہ امیر تھا کئی بار اس نے رومیوں کو شکست دی۔

۱۲، عقبہ بن نافع فاتح مرقش و سپہدار قیروان - اس نے بحر ظلمات میں اپنا گھوڑا ڈال دیا تھا۔ اقوام بربر کے ساتھ اس کی لڑائیاں مشہور ہیں۔ وہیں شہید بھی ہوا۔

۱۳، موسیٰ بن نصیر - فاتح اندلس۔

۱۴، طارق بن زیاد - موسیٰ بن نصیر کا غلام جس نے اندلس میں پہلا جا کر ۱۲ ہزار فوج سے راڈرک کی ایک لاکھ فوج کو شکست دی ان کے علاوہ اور بھی امرائے فوج تھے۔ جنہوں نے شجاعت اور شہامت کے جوہر دکھائے۔

لیکن اس قدر ممتاز نہ ہو سکے۔

فونج کی تعداد ہر صوبہ میں بڑھادی گئی۔ خاص کر افریقہ میں اور عراق اور  
شام عمان کے مرکز تھے۔

بری فونج کے علاوہ بحری بیڑہ بھی نہایت زبردست تھا سترہ سو مسلح  
کشتیاں میر معاویہ کے عہد میں تیار ہو چکی تھیں۔ ان کے بعد اور بھی اصناف  
ہو تارہا۔ عبداللہ بن قیس حارثی اور جنادہ بن ابی امیہ نے بحری لڑائیوں  
میں بڑی شہرت حاصل کی۔ رومیوں کو سطح آب پر کئی بار شکست دی جزائر قبرس  
رودس۔ اور کریٹ فتح کئے۔ اور قسطنطنیہ پر کئی بار حملہ آور ہوئے سو اہل  
افریقہ کی حفاظت کے لئے بھی ایک بحری بیڑہ متبعین تھا۔

دولت بنی امیہ کی یہ خصوصیت قائم رہی کہ تمام ملکی حکومتیں اور  
فوجی امارتیں بری اور بحری خود اہل عرب کے ہاتھ میں تھیں۔

امرا بنی امیہ بالعموم مسلم اور غیر مسلم اقوام پر  
امرا بنی امیہ  
 مہربان تھے اور خلق و فیاضی کا بڑا ناز کرتے تھے محمد بن  
 قاسم سندھ کے ہندو راجاؤں کو جو اس کی اطاعت میں آگئے تھے اپنے  
 برابر تخت پر جگہ دیتا تھا۔ اور ان کا اعزاز کرتا تھا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ ان لوگوں نے  
 اس کا ساتھ دیا۔ چنانچہ جب اس نے ملتان پر فوج کشی کی ہے تو اس کے لشکر  
 کا سپہ سالار راجہ کاکسا تھا۔ جو راجہ داہر کا چچا زاد بھائی تھا۔

قتیبہ امیر خراسان کی فوج میں اس کے حسن سلوک کی وجہ سے خود  
سعدی اور تورانی امرا شریک ہو گئے تھے۔ امیر نیرک کا حال ہم لکھ چکے ہیں اس  
نے کس قدر مسلمانوں کی مدد کی تھی۔

جس وقت باہمی اختلاف کی وجہ سے قتیبہ کو وکیل نے قتل کر دیا اس  
وقت ایک خراسانی امیر نے یہ الفاظ کہے۔

مسلمانو! تم اپنے بڑے آدمیوں کی قدر نہیں کرتے۔ قتیبہ نے یہاں  
جیسے عظیم الشان کام کئے آج تک کوئی نہ کر سکا۔ وہ ہماری قوم  
کا ہوتا تو اس کی وفات کے بعد اس کی لغزش کو ہم تابوت میں رکھ  
لیتے اور جب کسی لڑائی پر جاتے تو اس کو آگے لئے ہوتے اس کی  
برکت سے فتح کے طالب ہوتے۔

جراحی حکمی نے جو بلاد خزر پر متعین تھا جب بلخ کو فتح کیا تو وہاں کے  
بادشاہ کے پاس جو بھاگ گیا تھا۔ اس کے اہل و عیال کو عزت و آراہم کے ساتھ  
پہنچا دیا۔ یہ مہربانی دیکھ کر وہ خود حاضر ہو گیا۔ جراحی نے اس کا شہر اور ملک واپس  
دے دیا اور صرف یہ شرط کی کہ دشمن جہاد سے آنے کی تیاری کرے تو ہم کو  
مطلع کر دینا۔

موسیٰ بن نصیر کے سلوک نے نوافریقہ کے برابر قوموں کو نہ صرف اس کا بعد  
بلکہ مذہبی بھائی بنا دیا۔ اور اس نے اکیس کی امداد سے ماورا بحر قسطنطنیہ صلہ کیا۔



خلفار اپنی طرف سے ان امرا کو جن کو ملکی انتظام کے  
**انتظام ممالک** مستقل اور مکمل اختیارات ہوتے تھے اپنا قائم مقام بنا کر  
 صوبوں میں بھیج دیتے تھے۔ یہ امرا پورے صوبے کے حکومت کے ذمہ دار ہوتے  
 تھے۔ اور اپنے ماتحت عمال کو خود مقرر کرتے تھے۔

بنی امیہ کے عہد میں تمام اسلامی مقبوضہ چھ امارتوں پر منقسم تھا۔

(۱) حجاز یعنی مکہ۔ مدینہ۔ طائف وغیرہ۔ یمن کبھی کبھی حجاز کے ساتھ

ملحق کر دیا جاتا تھا۔ ادبھی وہاں ایک مستقل امیر رہتا تھا۔

(۲) عراق۔ کوفہ سے لیکر کل مشرقی حدود تک۔ خراسان بھی اسی امارت کے

ماتحت تھا۔ کبھی کبھی وہاں کا امیر براہ راست خود دربار خلافت سے مقرر کر دیا جاتا  
 تھا۔ بلاد یکا مہر بھی حجاز میں شامل کر دیئے جاتے تھے کبھی عراق میں۔

(۳) جزیرہ و آرمینیا۔ اس میں موصل سے لے کر آذربائیجان اور

آرمینیا تک کا تمام علاقہ شامل تھا۔

(۴) شام، اردن، حمص، دمشق، قنسرین چاردوں ولایت کا مجموعہ۔

(۵) مصر۔ اس ولایت میں شمالی افریقہ بھی شامل تھا۔ کبھی کبھی ددوالی

بھی رہنے لگتے۔ ایک مصر کا ایک قیروان کا۔

(۶) اندلس۔ یہاں کبھی مستقل امیر رہتا تھا۔ اور کبھی قیروان کے امیر کے

ماتحت کر دیا جاتا تھا۔ وہ اپنی طرف سے کسی عامل کو بھیج دیتا تھا۔

ہر ایک ولایت کا امیر اندرونی معاملات میں خود مختار ہونا تھا۔ صرف بیرونی اور سیاسی امور میں خلیفہ سے اس کو اجازت لینا پڑتی تھی۔ ان کلام لہرار بنی لمیہ میں حجاج بن یوسف امیر عراق و وزیر مشرق زیادہ با اختیار تھا۔ کیونکہ اس پر خلفاء کو پورا اعتماد تھا۔

دفاثر تین قسم کے تھے۔

### ویوان حکومت

۱۱، دفتر فوج۔ اس کو حضرت عمر کے عہد میں انہیں

کے حکم سے حضرت عقیل بن ابی طالب۔ محمذ بن نوفل اور جبر بن معطم رضی اللہ عنہم نے مرتب کیا تھا۔ اس لئے یہ ابتداء ہی سے عربی میں تھا۔

۱۲، دفتر النشار۔ جہاں سے لہرار اور مال وغیرہ کے نام احکام اور خطوط بھیجے جاتے تھے۔ یہ عربی کے سوا اور کسی زبان میں کیونکر ہو سکتا تھا۔

۱۳، دفتر خراج۔ جس میں سلطنت کے مالیہ کا حساب رہتا تھا۔

ایران کا دفتر خراج فارسی میں۔ شام کا سریانی میں اور مصر کا قبطی میں چلا آتا

تھا۔ ابتدائے عہد میں چونکہ مسلمان ان زبانوں سے واقف نہ تھے اس لئے ان کو بدستور رہنے دیا اور انہیں مقامات کے عملے سے کام لیتے رہے۔

حجاج بن یوسف والی عراق ایک لوجوان صالح نامی جس کا باپ

عبدالرحمن سیستان کے امیر ان جنگ میں آیا تھا ملازم ہوا وہ چونکہ عربی اور فارسی دونوں زبانیں جانتا تھا اس لئے حجاج نے اس کو حکم دیا کہ دفتر کو

فارسی سے عربی میں منتقل کرے۔ صالح نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ عجمی عملہ نے جب یہ دیکھا تو اس کے سامنے ایک لاکھ درہم لاکر رکھا۔ اور کہا کہ امیر تم کو اس کام کا اس سے زیادہ الغام نہیں دے گا۔ لہذا تم یہ رقم لے لو اور اس کو سمجھا دو کہ عربی میں ترجمہ نہیں ہو سکتا۔ مگر صالح نے ان کی بات قبول نہیں کی اسی زمانہ سے ایران کا دفتر عربی میں آ گیا۔

عبد الحمید بن یحییٰ وزیر کہا کرتا تھا کہ اللہ صلح کا بھلا کرے اس نے اسلامی حکومت پر بہت بڑا احسان کیا۔

ملک شام میں ولید کے زمانہ میں سلیمان بن سعید کاتب نے دفتر کو سریانی سے عربی میں ترجمہ کر ڈالا۔

جب سر دفتر ابن سرجون رومی نے دیکھا کہ ترجمہ بالکل صحیح ہے تو اس نے ان روپیوں سے جو دفتر میں کام کرتے تھے پکار کر کہا کہ آج کے دن سے دفتر تمہارے ہاتھ سے جاتا رہا۔ اب تم اپنی روزی کے لئے کوئی اور دروازہ تلاش کرو۔

مصر میں بھی وہاں کے والی عبداللہ بن عبدالملک نے ولید کے زمانہ میں ۸۳ھ میں ابن یزید جوع نزاری باشند گھص سے قبطلی دفتر کو عربی میں منتقل کر لیا۔ اس طرح پورا اسلامی حکومت کے کل دفاتر عربی زبان میں آ گئے۔

نہی امیہ کے عہد میں بھی یہ محکمہ اسی سادہ طریقہ پر رہا۔ جس طرح  
**محکمہ قضا** خلفائے راشدین کے عہد میں تھا۔ قاضیوں کا تقرر اور  
 انتخاب بیشتر امرار کے ہاتھ میں تھا۔ کبھی کبھی دربار خلافت سے بھی مقرر کر کے بھیج دیے  
 جاتے تھے۔

دار الخلافہ کے قاضی کو ہمیشہ خود خلیفہ منتخب کیا کرتا تھا۔ لیکن دوسرے  
 قاضیوں پر اس کو کوئی خاص امتیاز نہیں حاصل ہوتا تھا۔  
 احکام فقہیہ چونکہ اس وقت تک کتابوں میں مدون نہیں ہوئے تھے  
 اور سلطنت کی طرف سے کوئی جامع قانون مرتب ہوا تھا اس لئے یہ قضاة  
 اپنی رائے اور اجتہاد اور شہر کے مفتیوں سے مدد لے کر مقدمات کے فیصلے  
 کیا کرتے تھے۔ اور ان کو اس میں پوری آزادی تھی۔  
 ان کی تنخواہیں ۱۲۰ دینار سالانہ سے لے کر ۲۰۰ دینار تک  
 ہوتی تھیں۔

ادقاف اور یتیموں کے مال کی نگرانی بھی انھیں سے ذمہ ہوتی  
 تھی۔ حدود شرعیہ یعنی نصاب و قطع ید و غیرہ کا اجراء خلفاء  
 اور امرار کے اختیار میں تھا۔

خلافت راشدہ میں ایران، شام اور مصر کی قوموں میں  
**اشاعت اسلام** بالعموم اسلام پھیل چکا تھا۔ عہد بنی امیہ میں

جو رقبہ اسلامی حکومت میں شامل ہوا۔ اس میں بھی یہی حالت ہوئی۔  
 خراسان۔ ماوراء النہر۔ سواعل بحیر قزوین۔ پھر مغرب میں طرابلس  
 تونس اور مراکش ہر جگہ کے باشندوں نے کثرت کے ساتھ اسلام  
 کو قبول کیا۔ خاص کر عمر بن عبدالعزیز کے عہد میں سعیدی امیروں  
 اور سندھی راجاؤں نے اس دین کو اختیار کیا۔ یہاں تک کہ بیت  
 المال میں جزیہ کی آمدنی کم ہو گئی اور وہاں سے امیر سمرقند کے  
 نام فرمان پہنچا کہ لوگ جزیہ سے بچنے کی غرض سے اسلام قبول کر رہے  
 ہیں۔ بس نہ تم دیکھو جو ختنہ کرائے۔ قرآن پڑھے اور شرعی فیضان  
 کا پابند ہو اس کا جزیہ معاف کر دو اور باقیوں سے  
 وصول کرو۔

لیکن یہ فرمان چونکہ اسلام کے خلاف تھا اس لئے  
 سب سے پہلے اس کی مخالفت خود ابو جہدار نے کی جو اس دیار میں  
 اسلام کی تبلیغ کرتے تھے۔ یہ جھگڑا زیادہ بڑھا۔ آخر میں نصیر بن امیر  
 خراسان کو نو مسلموں کے جزیہ کی رقم بالکل معاف کرنی پڑی۔ پھر  
 فرغانی۔ افشینہ اور تورانی قومیں بیشتر مسلمان ہو گئیں۔

مغرب میں بربر اقوام متسام تر اسلام لائیں لیکن بار بار مرتد  
 ہوتی رہیں۔ آخر میں موسیٰ بن نصیر کے عہد میں بارہویں مرتبہ

مسلمان ہوئیں۔ اس وقت سے ثابت قدم ہو گئیں۔ اور اس نے  
انہیں کے ذریعہ سے اندلس اور پرتگال فتح کیا۔

ہر چند کہ ملک میں اندرونی شورشیں بھی  
**امن و رفاہیت خلق** اگر شہر پا ہوئیں اور بیرونی لڑائیاں بھی جاری  
رہیں لیکن عمال سلطنت کی انتظامی قابلیت کی وجہ سے امن عامہ عمدگی  
کے ساتھ قائم رہا۔ چودہویں یا ہزنی کے وقوع کم ہوتے تھے۔ راستے اور  
کارواں اور مسافر محفوظ رکھے

خلق کی رفاہیت اور خوشحالی کا یہ عالم تھا کہ عمر بن عبدالعزیز  
کے عہد میں یہ حالت ہو گئی تھی کہ لوگ اشرافیوں کی تھیلیوں  
لے کر تلاش میں نکلتے تھے اور کوئی صدقہ لینے والا نہیں ملتا تھا۔

زیاد اور حجاج وغیرہ دالیان عراق اگرچہ سفاک  
اور خونریز تھے لیکن ان کی تمام سختیاں زیادہ تر اپنے مخالفین کے  
ساتھ ہوتی تھیں۔ ملکی انتظام میں ان کی بیدار مغزی سے کون الکار  
کر سکتا ہے۔ چنانچہ زیاد نے کوفہ میں اعلان کر دیا تھا کہ جس کا جس  
قدر مال چوری جائے وہ مجھ سے آکر وصول کر لے اس کے عہد  
میں خود کوفہ میں جو شورشوں کا مرکز تھا لوگ راتوں کو بھی اپنے مکالوں  
اور دکالوں کے دروازے نہیں بند کرتے تھے۔

حجاج کے ظلم کی اس قدر شہرت ہے لیکن ابن اشعث کے  
قتل میں جب کوفہ کی حکومت اس کے ہاتھ سے نکل گئی تھی اور  
پھر تھوڑے دن کے بعد وہ آکر قابض ہوا تو اس نے امام شعبی سے پوچھا  
کہ ہمارے بعد کسی حکومت رہی انہوں نے جواب دیا کہ تمہارے بعد خون کے  
لبتر پر سوائے ادبیداری کا سر نہ لگایا۔

امیر معاویہ کو تاریخ سے بہت ذوق تھا وہ  
علم لوگوں کو ملازم رکھ کر ان سے گزشتہ حالات سنا  
 کرتے تھے ان کے حکم سے عبیدہ بن شریبہ ایک کمپنی شخص نے تدیکی واقعہ  
 کو ایک کتاب کی شکل میں مدون کیا تھا۔

خاندان بنی امیہ میں سے خود خالد بن یزید اول بڑا عالم  
 اور علم دوست تھا۔ اس نے یونانی فنون حاصل کئے اور کیمیا اور طب  
 میں رسائل لکھے۔

علامہ ابن جبیر نے عبد الملک کی استاد چار فن تفسیر کی پہلی کتاب  
 لکھی۔ اسی عہد میں دیگر بزرگوں مثلاً موسیٰ بن عقبہ اور وہب بن  
 مسنہ نے بھی کتابیں مدون کیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز کے عہد  
 میں ان کے حکم سے علماء نے احادیث نبوی کے مجموعے تیار کئے۔ حجاج  
 بن یوسف نے اہل عجم کو تلامذت میں غلطیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے

قرآن میں لفظ اور اعراب لگوائے۔ ہشام بن عبد الملک نے ایران کی تاریخ کا فارسی سے عربی میں ترجمہ کرایا۔

فتوحات اور مہمات جنگ کی مصروفیتوں کی وجہ سے خود خلفاء **تعلیم** بنی امیہ نشر علم کی طرف زیادہ توجہ نہ کر سکے۔ لیکن سینکڑوں ائمہ اور علماء ملک کے ہر گوشے میں اس فریضہ کو اچھی طرح انجام دے رہے تھے۔ مکہ میں عطار بن ربیع۔ مدینہ میں سعید بن مسیب۔ شام میں امام محول۔ بصرہ میں امام حسن بصری۔ کوفہ میں امام شعبی اور ابو ہریرہ بن نعیم خاص طور پر مشہور ہوئے۔

امام اعظم ابو حنیفہ فقہ مرتب کر رہے تھے۔ امام خلیل بن احمد نے فن عروض اور ابوالاسود نے علم نحو ایجاد کر لیا تھا۔ الغرض اسلامی علوم کا وہ چین جو خلافت عباسیہ میں برگ و بار لایا۔ عہد بنی امیہ میں لگایا جا چکا تھا۔

جریرہ۔ فرزدق اور اخطل وغیرہ اسلامی عہد کے ممتاز شعرا بنی امیہ کے درباروں سے تربیت پاتے تھے۔

امیر معاویہ کے حکم سے اطراف مدینہ میں چٹھے لکالے **رفاہ عام** گئے اور پہاڑوں کی گھائیوں میں جہاں پانی جمع ہوتا تھا۔ بند بندھوائے گئے۔ ان سے کھیتوں اور نخلستانوں کی آبپاشی ہوتی



تھی۔

ولید نے جامع دمشق بنوائی اور مسجد اقصیٰ اور مسجد مدینہ کو اضافہ کر کے از سر نو تعمیر کرایا۔ اس زمانہ میں اسلامی ممالک میں تعمیر کا کام عام ہو گیا تھا۔ ہر شہر میں اعرار اور رؤسائے بڑی بڑی عمارتیں بنوائیں۔

ولید نے شہروں کے راستے بھی درست کرائے ان میں جہاں جہاں خطرات تھے ان کی حفاظت کا سامان کیا۔ مسافروں کے لئے سرائیں بنوائیں اور کنوئیں کھدوائے۔ شہروں میں مہمان خانے اور شفا خانے بنوائے غربا اور مساکین کے لئے محتاج خانے قائم کئے۔ اندھوں کے واسطے راہبر اور ایاب و جہاں کے لئے خد متگار مقرر کئے اور ان کو وظیفہ دیا۔ ہشام نے اپنے عہد میں مکہ مکرمہ کے راستے میں زائرین کے پانی پینے کے لئے جا بجا حوض بنوائے اور کنوئیں کھدوائے۔

دولت بنی امیہ میں متعدد شہر بھی آباد ہوئے۔ عقبہ بن نافع نے قیروان۔ حجاج نے واسط۔ اسد بن عبد اللہ نے بلخ اور سلیمان بن عبد الملک نے رملہ آباد کرایا۔

یہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ خلافت راشدہ میں حضرت عمر اور پھر حضرت عثمان نے اپنے عہد میں ایرانی شکل کے درہم اسلامی نقوش کے ساتھ ڈھلوائے تھے۔ امیر معاویہ نے اپنے زمانہ میں درہم کا وزن کم کر دیا

اور اس کی شکل بھی بدل دی۔ دنیار میں جو طلائی سکہ تھا ایک طرف انسان کی تصویر بنوائی جس کے گلے میں تلوار جمائی تھی۔

عبداللہ بن زبیر نے مکہ میں اور ان کے بھائی معصب نے عراق میں مدور درہم ڈھلوائے۔

عبدالملک نے ۷۰۶ء میں بڑی احتیاط کے ساتھ حساسی اصول کے مطابق درہم اور دنیار کے اوزان مقرر کر کے نئے سکہ مہروب کئے دنیار پر تصویر کھتی۔ جب یہ مدینہ میں پہنچے تو وہاں چند صحابی جو باقی رہ گئے تھے انہوں نے اس کی تصویر کو نا پسند کیا لیکن سعید بن مسیب فقیہ مدینہ کے کوئی اعتراض نہیں کیا وہ انہیں سکون کو خرید و فروخت میں استعمال کرتے تھے۔ اس کے بعد عراق۔ واسط اور جزیرہ میں نکسالیس قائم کی گئیں۔ جن میں اسلامی سکہ مہروب ہوئے لگے۔

ختم شد





# مقصود طوبیٰ اسلام کا مسلك اور

- ۱ ہمارا مسلك یہ ہے کہ  
تنہا فکر انسانی ( عقل ) زندگی کے مسائل حل کرنے کے لئے کافی نہیں ہے اپنی اہمیت کیلئے ای طرح وحی کی  
ضرورت ہے جن طرح انکو کو مروج کی روشنی کی۔
- ۲ یہ وحی اپنی آخری اور مکمل شکل میں قرآن کریم میں محفوظ ہے اس لئے جو انسان قرآن کے لفظی متزل تصور و عمل  
ببین پہنچ سکتی۔
- ۳ حق اور باطل کے مابین قرآن پر ہر وہ بات جو قرآن کے مطابق نہ ہو صحیح ہی وہ اس اختلاف کا غلط ہے
- ۴ حضور نبی اکرم انسانی بشر اور کائنات کے مظلوموں پر ظلم کرنے والے لیکن مومنین اور مومنات پر بہت سی چیزیں مل کر ملیا  
جن کو حضور نبی اکرم نے ان کے لئے آتی ہے۔ ہماری تاریخ کے ایسے علم ہے (خواہ کسی کتاب میں نہ) ایک غلط فہمی ہے کہ  
کہ قدرت کا یہ صحیح معیار خود قرآن کریم ہے۔
- ۵ قرآن کی رو سے دنیا میں بننے والے تمام انسان ایک الگ الگ نسل کے افراد ہیں اور یہی نسل کے تعلق سے کہہ سکتے ہیں  
ایک نسل نام کے مطلق زندگی بسر کرنے۔
- ۶ اس مطلق نسل نام زندگی کی تشکیل کی صورت یہ ہے کہ ہر زمانے کا انسان اپنے زمانے کے ماضیوں کے مطابق قرآن کی تفسیر تبدیل کرے اور  
روشنی میں اپنی مشال کے جزئی قوانین ضرورت کے مطابق تبدیل کرے اور ان قوانین میں تبدیلی آتی ہے  
نہ ہوتے ہیں کے لیکن قرآن کے اصول ہمیشہ تفسیر تبدیل نہیں گے۔
- ۷ اس نسل نام کے قرآن ایک معاشرے کی تشکیل کے لئے ہر زمانے کے افراد کی ضرورت ہے ان کی معاشرے کی کمال شوقناہی اور ان کی  
معاشرہ اپنی ضرورتوں اور زندگی کے محروم نہیں ہوتا اس لئے جو یہ معاشرے میں ہر نوع انسانی کی پرورش اور ترقی دیتے ہیں  
جو معاشرے کے تقاضوں کے حصول کیلئے قرآن کی رو سے ضروری ہے کہ نسل کے شعبہ افراد کی ملکیت کے بجائے معاشرے  
کی تحویل میں رہے کہ نسل کی تفسیر کے لئے ضرورت کے لئے اور وہی ہے مطلق کلی انسان کے لئے اور ان کے لئے  
قرآنی نظام ہے کہ کہا جائے۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ  
ہر انسان کے لئے قرآن کی روشنی میں انسان کی ترقی  
اور ترقی ہے۔

6956

آرٹیکل اسلام کے مقاصد اور